ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت

ملتان

7

جمادی اول ۱۴۲۳ھ
جولائی 2002ء

سودی نظام کے حق میں
حکومتی چارہ جوئی۔۔۔؟

دینی مدارس
رجسٹریشن کی آڑ میں نیشنلائزیشن

اکابرِ اسلام اور قادیانیت

انگلیاں فگار اپنی
خامہ خوں چکاں اپنا

علامہ حسین میرِ کاشمیریؒ
باغ و بہار شخصیت

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی

اخبار الاحرار

نفاذِ اسلام!

مسئلہ ختم نبوت، مسلمانوں کے فکر و عمل تحریک اور جہد و جہد کی آخری بنیاد ہے۔امت مسلمہ کے دل کی آواز اور شہداء کے مقدس خون کی پکار ہے۔دینی کارکن اسی روحانی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اسلامی وانقلابی تحریک کواز سرنو مرتب کریں اور خالص اسلامی آئین کے نفاذ کیلئے منظم ہوکر سروں پر کفن باندھ کر میدان عمل میں آجائیں۔

نصف صدی ''اسلامی مملکت پاکستان'' کا نعرہ لگایا گیا جوخواب پریشان بن کر بکھر گیا۔لادین حکمرانوں اور سیاست دانوں نے اسلام کی جگہ کافرانہ جمہوریت کو مسلط کیا، بے دین آمریت کا وبال خریدا، شرم وحیاء اور غیرت کا جنازہ نکالا اور اسلام کو انتظار گاہ میں قید کرنے کی کوشش کی۔

اب بھی اسلام کا نعرہ لگا کر سیکولرازم کی لعنت خریدی جارہی ہے۔مظلوم اسلام کی تذلیل کرکے یہود ونصاریٰ کی طرح شیطانی مطالبات کی تکمیل ہورہی ہے۔قوم، موجودہ اور مروجہ نظام سیاست کے کفریہ خونی پنجوں میں جکڑی ہوئی ہے۔اسلامی آئین بہ تشریح ختم نبوت کی ہمہ گیر دینی وانقلابی جدو جہد کے سوا دنیا کی کوئی طاقت اس ظلم، دھوکے اور فریب سے نجات نہیں دلاسکتی۔

یا ایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن انہ لکم عدو مبین (پ۲، البقرہ)

''اے اہل ایمان! اسلام کے دائرہ میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو۔یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''۔

جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ

(''الاحرار'' نومبر ۱۹۷۰ء)

ہماری جد و جہد

احرار ساتھیو! ماحول کی کدورت، سیاسی مسخروں اور نٹ کھٹوں کی عفونت سے بددل نہ ہوں۔اپنے اسلاف کی طرح کمر ہمت باندھ لیں اور دیوانوں کی طرح اپنے ماحول میں پھیل جائیں، احرار کے پرچم کولہراتے ہوئے ختم نبوت کی شمع جلاتے ہوئے ظلمتوں کو چیر ڈالیں، مخالفتوں اور مزاحمتوں کا منہ توڑ دیں، دین حق کا نور بکھیریں، بیگانوں کو اپنا بنالیں حکومت الٰہیہ کے قیام کیلئے سرتوڑ اور ان تھک جدو جہد کریں۔جماعت کے منشور و دستور کی پابندی کریں اور دینی حاکمیت کے مقدس مشن کی تکمیل کیلئے جانبازوں کی طرح ایثار کریں اور محشر میں رحمت اللعالمین ﷺ کے پرچم لواء الحمد کے سایہ میں اپنا مقام بنالیں۔

ساتھیو، اٹھو! آندھیوں میں چراغ جلاؤ اور تاریکیوں میں نور پھیلاؤ۔احرار وفادارو! وفا کے دیپ جلاؤ، نہ گھبراؤ، نہ ڈگمگاؤ، تاریکی چھٹنے والی ہے اور صبح ہونے والی ہے۔ہماری آس کا سورج طلوع ہونے والا ہے۔(ان شاءاللہ) اور ہم دشمن پر قہر الٰہی بن کر ٹوٹ پڑیں گے۔

آؤ لہرائیں فضاؤں میں علم احرار کا
وقت پھر طالب ہوا قربانی و ایثار کا

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

Regd: M. No.32

جلد ۱۳ | شمارہ ۷ | قیمت ۱۵ روپے

بیاد سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جمادی الاول ۱۴۲۳ھ
جولائی 2002ء

بانی

ابن امیر شریعت، خطیب بنی ہاشم، محسن احرار

مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابن امیر شریعت حضرت پیرجی

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

رفقاء فکر

مولانا محمد اسحٰق سلیمی

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ

سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ

محمد عمر فاروق

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک 150/- روپے

بیرون ملک 1000 روپے پاکستانی

رابطہ : دار بنی ہاشم ٥ مہربان کالونی ملتان ☎ 061.511961

تحریک تحفظ ختم نبوۃ مجلس احرار اسلام پاکستان

ناشر: سید کفیل بخاری　طابع: تشکیل احمد اختر　مطبع: تشکیل نو پرنٹرز　مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

طباعت باہتمام: الکتاب گرافکس پل شوالہ ملتان Ph:061-584604

تشکیل

دل کی بات:	سودی نظام کے حق میں حکومتی چارہ جوئی	مدیر	۳
افکار:	سود کے بارے میں چند گزارشات	مولانا زاہدالراشدی	۶
//	دینی مدارس اور حکومتی اقدامات	مولانا زاہدالراشدی	۱۱
//	انگلیاں فگار اپنی، خامہ خونچکاں اپنا	سید یونس الحسنی	۱۴
//	خودفریبی	محمد عمر فاروق	۱۸
//	نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم	عبدالرشید ارشد	۲۱
ردّ قادیانیت	اکابر اسلام اور قادیانیت (قسط نمبر:5)	پروفیسر خالد شبیر احمد	۲۵
// //	''مرزا قادیانی نے جہاد کو منسوخ کر دیا تھا''	بی بی سی کا تبصرہ	۳۳
نقد و نظر:	موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی (آخری قسط)	مولانا محمد مغیرہ	۳۴
//	اظہارِ تسامح	مدیر	۴۲
شخصیت:	علامہ حسین میر کاشمیری...... دنیائے ادب کی باغ و بہار شخصیت	ابوصالح ہاشمی	۴۳
طنز و مزاح	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	۵۰
شاعری:	حمد باری تعالیٰ (ممتاز اطہر) مدحت رسول اللہ کی (سید محمد یونس بخاری)......		۵۳
	اس پر ہوئے نبوت کے تمام باب ختم (انور جمال) بادشاہ اور درویش (شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)		
// //	کیسے عظیم لوگوں کے ہم درمیاں رہے (سید کاشف گیلانی)		
حسن انتقاد	تبصرہ کتب	ادارہ	۵۷
اخبار الاحرار	احرار کارکنوں کے نام	ادارہ	۵۹
// //	احرار رہنماؤں کی تبلیغی و تنظیمی سرگرمیاں		

سودی نظام کے حق میں حکومتی چارہ جوئی

شرم ناک، افسوس ناک، اور ملکی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ

پاکستانی معیشت کی روز افزوں ابتری کی سب سے بڑی وجہ یقیناً سودی نظام ہے۔ اس ملک کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ رہی ہے کہ مٹھی بھر سرمایہ داروں نے روزِ اوّل سے ملکی صنعت وتجارت میں اپنی اجارہ داریاں قائم کرلیں، اِن سے نجات کی کوئی صورت آج تک نہیں بن پڑی۔ ہماری معیشت، ایک ''ریغمال معیشت'' ہے، جسے ابن الوقت سیاست دانوں نے، سرمایہ دارانہ معیشت کے عالمی یہودی منصوبے کا کل پرزہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ معیشت واخلاق سے ملکی سیاست تک، زندگی کا ہر شعبہ، مجنونانہ مفاد پرستی کی بھینٹ چڑھا ہوا ہے۔ قرآنی فیصلوں، شرعی ہدایات اور عدالتی احکامات سے روگردانی اور سرتابی کے نئے نئے راستے اپنائے جاتے رہے ہیں۔

سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بینچ کے تاریخی فیصلے کے خلاف، حالیہ حکومتی چارہ جوئی، تاویل بازی اور ڈھٹائی کا نہایت شرم ناک اور انتہائی افسوس ناک مظاہرہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت اپنے طور پر یہ طے کرچکی ہے کہ ملکی معیشت کو سودی بنیادوں پر ہی چلایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قانونی موشگافیوں اور مفروضہ زاویوں کا رونا رونے کے سوا، حکومت کسی بھی عملی اقدام پر آمادہ نہیں ہے۔ نام نہاد ''نظریہ ضرورت'' کے تحت، حرام کو حلال بنانے والے سب ''حلال خور'' اس وطن کی پچپن (۵۵) سالہ تاریخ کے سب سے بڑے مجرم ہیں۔ بدقسمتی سے موجودہ حکومت کے دور میں، ایسے تمام مجرمین کی قدر افزائی اور حوصلہ افزائی کے اسباب، ہمیشہ سے کہیں بڑھ کر مہیا ہورہے ہیں۔ یاد رکھیے! اگر عدالتِ عظمیٰ کے احکامات کو ''نظرِ ثانی'' کے مکروحیلہ سے غیر مؤثر بنا کر، سودی معیشت سے نجات کا یہ تاریخی موقع کھو دیا گیا تو یہ ملکی تاریخ کا شاید سب سے بڑا المیہ ہوگا۔

دینی مدارس آرڈی نینس............رجسٹریشن کی آڑ میں نیشنلائزیشن:

دینی مدارس کی رجسٹریشن کا نیا حکومتی آرڈی نینس، موجودہ ملکی صورت حال میں ایک سراسر منفی پیش رفت ہے۔ نادان سرکاری مشیر، پابندی، بندش، جرمانے اور تعزیر و سزا کی زبان میں دینی حلقوں کو جو کچھ ''سمجھانا'' چاہتے ہیں، ملک کی دینی قیادت، پہلے سے اس کا بخوبی ادراک رکھتی ہے۔ حکومت کے مخصوص مدّتی، درآمدی ایجنڈے کی تکمیل کا اہم ترین مرحلہ، اس آرڈی نینس کے اجراء کے ساتھ ہی شروع ہو چکا ہے۔ ''مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' کی جبری بالادستی قائم کرنے کی کوششیں، حکومتی عزائم کی غمازی کرتی ہیں۔ حکومت، سراسر یک طرفہ اور من مانی کارروائیوں کے ذریعے سے اپنے لئے مشکلات پیدا کر رہی ہے۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ شرمناک حد تک مایوس کن کارکردگی دکھانے والے لاکھوں سرکاری تعلیمی اداروں کی اصلاح و ترقی کی فکر کرنے اور صیہونی و صلیبی مقاصد کی تکمیل کرنے والی این جی اوز کا تعاقب و احتساب کرنے کی بجائے، دینی مدارس کے نصاب و نظامِ تعلیم میں مداخلت کی جا رہی ہے۔ دینی اساتذہ وطلبہ کیلئے نام نہاد وظائف کی بھاری رقوم اور سرکاری زکوٰۃ فنڈ کی ''چمک'' دکھا کر ترغیب و تحریص کا ''دامِ ہمرنگِ زمیں'' بچھایا گیا ہے۔ اداروں کی رجسٹریشن، کوئی بری چیز نہیں لیکن اس کی آڑ میں ''نیشنلائزیشن'' کی راہ ہموار کی جا رہی ہو تو اس کی بھرپور مزاحمت کی جائے گی۔ نیا آرڈی نینس، حکومت کے ''نیک مقاصد'' اور ''نیک نیتی'' کے دعوؤں کی نفی کرتا ہے، البتہ یہ دینی اداروں کے لئے سرکاری تحویل و تسلط اور قبضہ و تصرف کے پرانے خواب کو سچ کر دکھانے کی ایک تازہ کوشش ضرور ہے۔

قادیانی ووٹروں پر اعتراضات:

گزشتہ ماہ ووٹر فارم میں حلف ختم نبوت کی بحالی کے بعد حکومت کی طرف سے باقاعدہ نوٹیفکیشن جاری ہوا اور۔ اور دس روز کے اندر قادیانی ووٹروں پر اعتراضات دائر کرنے کی ہدایت کی گئی۔ دینی جماعتوں نے وقت کی قلت اور نظام کے پیچیدہ ہونے کے باوجود ممکن حد تک اس ذمہ داری کو چیلنج کے طور پر قبول کیا۔ اطلاعات کے مطابق عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام، مجلس احرار اسلام، اور انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے رہنماؤں اور کارکنوں نے اپنی استطاعت کے مطابق ملک بھر میں ووٹر لسٹوں سے

قادیانیوں کے نام تلاش کیئے اور مقررہ مدت کے اندر اعتراضات داخل کیئے۔

چناب نگر میں قادیانیوں نے سب سے زیادہ ووٹ درج کرائے تھے۔ اُن کی نشاندہی ایک بہت بڑا چیلنج تھا۔ چنانچہ 20725 (بیس ہزار سات سو پچیس) ووٹوں پر اعتراض لگا کر فائل انتظامی افسروں کے حوالے کی گئی۔ اسی طرح قریبی علاقوں بھوانہ، چنیوٹ اور مضافات سے بھی قادیانی ووٹروں کو تلاش کر کے اعتراضات چنیوٹ کے سول جج کے حوالے کیئے گئے۔ چیچہ وطنی میں 329 اور ساہی وال میں 81 قادیانی ووٹروں پر اعتراضات دائر کیئے گئے۔

اس سلسلے میں جمعیت علماء اسلام کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل، سابق سینیٹر محترم حافظ حسین احمد صاحب نے بے مثال تعاون فرمایا اور الیکشن کمیشن اسلام آباد میں خود جا کر ان رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش فرمائی جو اس کارِ خیر میں حائل تھیں۔ چناب نگر میں مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا محمد مغیرہ، مولانا غلام مصطفیٰ، قاری شبیر احمد عثمانی اور دیگر علماء و کارکنان نے دن رات ایک کر کے، اس کام کو مکمل کیا۔ چیچہ وطنی اور ساہی وال میں جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور قاری منظور احمد طاہر صاحب نے انتھک جدوجہد کی۔ اللہ تعالیٰ اُن سب حضرات کو جزاء خیر عطاء فرمائے، جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانی سازشوں کو ناکام کرنے میں اپنا اپنا حصہ ادا کیا۔ (آمین)

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حکومت نے اس اہم کام کی تکمیل کے لئے جتنا وقت دیا، وہ انتہائی کم تھا۔ بہت سے قادیانیوں کے نام اب بھی انتخابی فہرستوں میں شامل ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ انتخابی فہرستوں کو قادیانیوں سے پاک کرنے اور مسلمانوں کے خانہ سے قادیانیوں کے اخراج و تنسیخ کے لئے اس بات کی بھی اجازت دے کہ اگر بعد میں کسی قادیانی کے ووٹ کو چیلنج کیا جائے تو اسے قبول کیا جائے۔ امید ہے حکومت اس اہم مسئلہ پر خصوصی توجہ دے گی اور اس کا کوئی نہ کوئی حل ضرور نکالے گی۔

مولانا زاہد الراشدی

سود کے بارے میں چند گزارشات

سپریم کورٹ آف پاکستان نے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سودی نظام وقوانین کو ۳۰ رجون ۲۰۰۲ء تک ختم کرنے کا تاریخی فیصلہ دیا تھا۔ اس کے خلاف حکومتی سرپرستی میں یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ نے اپیل کی۔ گزشتہ ماہ سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بینچ نے اپیل کی سماعت کے بعد ۲۴ رجون کو اسے منظور کرتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت کو ہدایت کی ہے کہ اس کی از سر نو سماعت کی جائے۔ اس موقع پر دینی وملی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے مولانا زاہد الراشدی نے ''پاکستان شریعت کونسل'' کی طرف سے درج ذیل گزارشات فریقین کے وکلاء اور اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے دیگر سرکردہ ارباب علم ودانش کی خدمت میں پیش کیں۔ موضوع کی اہمیت کے پیش نظر یہ تحریر ہدیہ قارئین ہے۔ (ادارہ)

☆ ...... سود تمام آسمانی شریعتوں میں حرام رہا ہے اور بائبل میں بھی اس سلسلے میں واضح ہدایات موجود ہیں، چنانچہ بائبل کی کتاب خروج باب ۲۲ آیت ۲۵ میں ارشاد ہوتا ہے کہ: ''اگر تو میرے لوگوں میں سے کسی محتاج کو جو تیرے پاس رہتا ہے، کچھ قرض دے تو اس سے قرض خواہ کی طرح سلوک نہ کرنا اور اس سے سود نہ لینا''

استثناء باب ۲۳ آیت ۱۹ میں ہے: ''تو اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا، خواہ وہ روپے کا ہو یا اناج کا یا کسی اور ایسی چیز کا جو بیاج پر دی جایا کرتی ہے'' جبکہ زبور باب ۱۵ آیت ۵ میں نیک آدمی کی صفات بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ: ''وہ اپنا روپیہ سود پر نہیں دیتا''

☆ ...... قرآن کریم کی سورۃ البقرۃ کی آیات ۲۷۵ تا ۲۷۹ میں سود کی ممانعت کرتے ہوئے سود اور تجارت کو باہم مثل قرار دینے والوں کے موقف کی نفی کی گئی ہے۔ تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا گیا ہے، سود سے باز نہ آنے والوں کے طرز عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ کے مترادف قرار دیا گیا ہے اور سود اور تجارت میں فرق نہ کرنے والوں کو مخبوط الحواس بتایا گیا ہے۔

☆ ...... سورۃ النساء کی آیت ۱۶۱ میں بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کے اسباب بیان کرتے ہوئے ایک سبب یہ بتایا گیا ہے کہ انہیں سود سے منع کیا گیا تھا، لیکن اس کے باوجود وہ سود لیتے تھے۔

☆...... جناب نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ کے تاریخی خطبے میں سود کی کلی ممانعت اور تمام سابقہ سودی معاملات کے خاتمہ کا اعلان فرمایا اور جناب نبی اکرم ﷺ کی بیسیوں احادیث میں سود کی مذمت اور سود کا کاروبار کرنے والوں کے لئے سخت عذاب اور شدید ناراضی کی وعید موجود ہے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ''سیرت النبی ﷺ'' میں لکھا ہے کہ جب اہل طائف نے جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر اسلام قبول کرنے کے لئے چند شرائط پیش کیں تو ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ ہم سود کا لین دین نہیں چھوڑ سکتے اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ ہمارا بیشتر کاروبار سود پر چلتا ہے، لیکن جناب نبی اکرم ﷺ نے یہ شرائط قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

☆...... ''سیرت النبی ﷺ'' میں ہی مذکور ہے کہ نجران کے مسیحیوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اسلامی سلطنت میں بطور ذمی رہنے کا معاہدہ کیا تو معاہدہ کی باقاعدہ شرائط میں یہ بات درج تھی کہ ان میں سے کوئی سود کا لین دین نہیں کرے گا۔

☆...... کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم اور جناب نبی اکرم ﷺ نے اس سود کی ممانعت کی ہے، جو شخصی قرضوں پر ضرورت مندوں سے لیا جاتا تھا اور تجارتی قرضوں یا لین دین میں سود کی ممانعت نہیں فرمائی۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل شواہد اس کی تردید کرتے ہیں:

ا)۔ سورۃ البقرۃ میں حرمت ربا کے احکام کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اگر مقروض تنگ دست ہو تو کشادہ دست ہونے تک اس کو مہلت دے دو'' اس آیت میں اس صورت کے بیان کیلئے حرف ''ان'' استعمال ہوا ہے جو عربی زبان کے قواعد کے رو سے اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ صورت نادر الوقوع ہے، کیونکہ عام الوقوع صورت کے ذکر کے لئے عربی زبان میں حرف ''اذ'' استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۲ میں اللہ تعالیٰ نے روزمرہ لین دین کے احکام بیان کرنے کیلئے '' اذا تداینتم بدین '' کے، جب کہ اگلی آیت میں اسی ضمن کی ایک نادر صورت یعنی سفر میں لین دین کی صورت میں رہن کا حکم بیان کرنے کیلئے ''وان کنتم علی سفر '' کے الفاظ استعمال کئے ہیں، اسی طرح سورۃ المائدہ کی آیت ۶ میں عام حالات میں نماز سے پہلے وضو کا حکم بیان کرنے کیلئے '' اذا قمتم الی الصلوۃ '' کے الفاظ آئے ہیں، جبکہ غیر معمولی صورت احوال میں تیمم کا حکم بیان کرنے کیلئے ''وان کنتم مرضی اوعلی سفر '' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہ تصور کہ نزول قرآن کے زمانے میں صرف تنگ دست اور مفلوک الحال لوگ ہی اپنی روزمرہ ضروریات کیلئے سود پر قرض لیا کرتے تھے، غلط ہے، کیونکہ یہ صورت تو، قرآن کے الفاظ کی رو سے، نادر اور قلیل الوقوع تھی ،جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ لوگ عام طور پر ذاتی اور صرفی ضروریات کے بجائے تجارتی مقاصد کیلئے سود پر قرض لیا کرتے تھے اور قرآن نے کسی تفریق کے بغیر دونوں کو حرام قرار دیا ہے۔

۲)۔سورۃ الروم کی آیت ۳۹ میں اللہ تعالیٰ نے سود پر قرض دینے کا محرک بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''اور تم سود پر جو قرض اس غرض سے دیتے ہو کہ وہ لوگوں کے مال میں بڑھے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا''۔ یہ محرک ظاہر ہے کہ ضرورت مندوں کو دیئے جانے والے صرفی قرضوں کی بجائے حقیقتاً تجارتی سود میں پایا جاتا ہے، کیونکہ صرفی قرضوں میں تو قرض کے مع سود واپس آنے کے بجائے خود اصل رقم ہی کے ڈوب جانے کا امکان غالب ہوتا ہے۔

۳)۔سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے سود لینے والے، سود دینے والے، سود کا معاملہ لکھنے والے اور اس کا گواہ بننے والے سب افراد کو اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے۔سوال یہ ہے کہ اگر اس سود سے مراد تجارتی کے بجائے صرف صرفی قرضوں کا سود ہے تو اس میں سود دینے والا کس وجہ سے لعنت کا مستحق ہے؟ کیونکہ وہ بے چارا تو جسم و جان کا رشتہ برقرار رکھنے کے لئے نہایت اضطرار کی حالت میں سود پر قرض لے رہا ہے۔

۴)۔احادیث میں ''ربا الفضل'' یعنی ہم جنس اشیاء کے مبادلہ میں کمی بیشی کی ممانعت کے احکام ''ربا النسیئۃ'' ہی کی فرع ہیں اور سود سے بچنے کے لئے سد ذریعہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔اس ضمن میں دو روایتیں درج ذیل ہیں:

(۱) صاحب مشکوٰۃ نے باب الربا میں بخاری شریف اور مسلم شریف کے حوالے سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے محاصل وصول کرنے کے لئے ایک نمائندہ بھیجا جو واپس آیا اس کے پاس عمدہ قسم کی کھجوریں تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا کہ کیا خیبر میں ساری کھجوریں اسی طرح کی ہوتی ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں، بلکہ میں نے عام اور ردی کھجوریں زیادہ مقدار میں دے کر ان کے عوض عمدہ کھجوریں تھوڑی مقدار میں لے لی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور ہدایت کی کہ اگر ایسا کرنا ضروری ہو تو ردی کھجوریں نقد رقم کے عوض بیچ کر اس کے بدلے میں عمدہ کھجوریں خرید لیا کرو۔(۲) مشکوٰۃ شریف باب الربا میں ہی بخاری اور مسلم کے حوالے سے یہ واقعہ بھی منقول ہے کہ حضرت بلالؓ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عمدہ کھجوریں لائے۔ حضور ﷺ نے دریافت کیا کہ کہاں سے آئی ہیں؟ حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ عام کھجوریں زیادہ مقدار دے کر ان کے عوض یہ عمدہ کھجوریں تھوڑی مقدار میں لے لی ہیں۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو ''عین ربا'' ہے، اس لئے ایسا مت کرو اور اگر اس طرح کرنا ضروری ہو تو عام کھجوریں کسی اور چیز کے عوض فروخت کر کے اس کے بدلے میں عمدہ کھجوریں لے لیا کرو۔

احادیث سے ظاہر ہے کہ ربا الفضل کے احکام کا اطلاق روزمرہ کے تجارتی لین دین پر ہوتا ہے نہ کہ صرفی قرضوں پر۔ اب یہ ایک بالکل نامعقول بات ہوگی کہ تجارتی لین دین میں سد ذریعہ کے طور پر ربا الفضل تو حرام ہو اور ربا النسیئۃ، جس سے بچنے کے لئے ربا الفضل کو احتیاطاً ممنوع قرار دیا گیا ہو، حلال اور جائز ہو۔

۵۔ یہ بات تاریخی شواہد سے بھی ثابت ہے کہ عہد رسالت ﷺ اور دور صحابہؓ میں تجارتی قرضوں کا رواج موجود تھا۔ اس سلسلے میں دو واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے: بخاری شریف کتاب الجہاد، باب برکۃ الغازی فی مالہ میں مذکور ہے کہ حضرت زبیر بن العوامؓ لوگوں سے قرض لے کر تجارت کیا کرتے تھے اور وفات کے بعد ان کے ذمے مختلف لوگوں کے اس قسم کے قرضوں کی مالیت بائیس لاکھ درہم تھی، جو موجودہ پاکستانی کرنسی کے حساب سے پانچ کروڑ روپے سے زیادہ رقم بنتی ہے۔ طبری مطبوعہ قاہرہ ج ۳، ص ۷۸ میں مذکور ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں ہند بن عتبہؓ نے بیت المال سے قرض لے کر بلاد کلب میں جا کر اس سے تجارت کی۔

ان شواہد سے واضح ہوتا ہے کہ دور نبوی ﷺ اور دور صحابہؓ کرام میں شخصی قرضوں کے علاوہ تجارت میں سود کی شکلیں موجود تھیں، لوگوں سے قرض لے کر سرمایہ کاری ہوتی تھی اور تجارت کے لئے بیت المال سے قرض لینے کی صورت بھی موجود تھی، لیکن ان تمام صورتوں کی موجودگی کے باوجود کسی بھی صورت میں سود کا کوئی معمول نہیں تھا اور شخصی ضرورت، تجارت اور سرمایہ کاری سمیت کسی بھی غرض کے لئے قرض لینے پر سود کی کلی ممانعت تھی۔

جناب نبی اکرم ﷺ م متعدد احادیث میں امت میں سود کے عام ہونے کو قیامت کی نشانیوں اور امت میں پیدا ہونے والی خرابیوں میں ذکر فرمایا ہے، مثلاً: (۱) مشکوٰۃ باب الربا میں ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد کے حوالے سے حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت منقول ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ہر شخص سود کھانے لگے گا اور جو نہیں کھانا چاہے گا، اس کے سانس کے ساتھ سود شامل ہوگا۔ (۲) مسند احمد اور بیہقی میں حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک دور ایسا آئے گا کہ کچھ لوگوں کی شکلیں اس لئے بندروں اور خنزیروں کی صورت میں مسخ ہو جائیں گی کہ وہ شراب پیتے ہوں گے، ریشم پہنتے ہوں گے، ناچ گانے کی محفلیں آباد کرتے ہوں گے اور سود کھاتے ہوں گے۔ (۳) حافظ ابن القیمؒ نے ''اغاثۃ اللہفانؒ'' میں جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ تجارت کے نام پر سود کو حلال قرار دینے لگیں گے''۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قیام اس غرض سے عمل میں لایا گیا تھا کہ اس ملک میں قرآن وسنت کا نظام نافذ کیا جائے گا اور برطانوی دور کے نوآبادیاتی نظام سے نجات حاصل کر کے اس کی جگہ قرآن وسنت اور خلافت راشدہ کی طرز پر نیا نظام رائج کیا جائے گا، جس کی صراحت قائداعظم محمد جناحؒ کے متعدد ارشادات میں موجود ہے۔ انہوں نے ملکی معیشت کے بارے میں بھی وضاحت کے ساتھ فرمایا تھا کہ پاکستان کے معاشی نظام کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر ہوگی اور مغرب کی معاشی نظام سے نجات حاصل کی جائے گی، چنانچہ سنگ میل پبلی کیشنز اردو بازار لاہور کی شائع کردہ کتاب ''قائداعظمؒ کے ماہ وسال'' (مصنف جناب محمد علی چراغ) کے ص ۳۳۰ پر مذکور ہے کہ یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح

کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اپنے خطاب میں فرمایا: ''مغرب کے نظامِ معاشیات نے متعدد مسائل پیدا کر رکھے ہیں۔ میں اسلامی نظریات کے مطابق آپ کے یہاں نظامِ معیشت دیکھنے کا متمنی ہوں۔ مغرب کا معاشی نظام ہی دو عظیم جنگوں کا موجب بنا ہے۔ ہمیں اپنے مقاصد اور ضروریات کے لئے کام کرنا ہے۔ ہمیں انسانوں کے لئے معاشرتی اور معاشی انصاف کے تقاضے پورے کرنے ہیں''۔

مکتبہ محمود مکان نمبر ۸، رسول پورہ سٹریٹ اچھرہ لاہور سے شائع کردہ کتابچہ ''نظریۂ پاکستان اور اسلامی نظام میں قائداعظمؒ کے مذکورہ خطاب کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے: ''میں اشتیاق اور دلچسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی ''مجلس تحقیق'' بنکاری کے ایسے طریقے کیونکر وضع کرتی ہے، جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں۔ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لئے لاینحل مسائل پیدا کر دیئے ہیں اور اکثر لوگوں کی رائے ہے کہ مغرب کو اس تباہی سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے۔ مغربی نظام، افرادِ انسانی کے مابین انصاف کرنے اور بین الاقوامی میدان میں آویزش اور چپقلش دور کرنے میں ناکام رہا ہے، بلکہ گزشتہ نصف صدی میں ہونے والے دو عظیم جنگوں کی ذمہ داری سراسر مغرب پر عائد ہوتی ہے۔ مغربی دنیا صنعتی قابلیت اور مشینوں کی دولت کے زبردست فوائد رکھنے کے باوجود انسانی تاریخ کے بدترین باطنی بحران میں مبتلا ہے، اگر ہم نے مغرب کا معاشی نظام اور نظریہ اختیار کیا تو عوام کی پرسکون خوش حالی حاصل کرنے کے لئے اپنے نصب العین میں ہمیں کوئی مدد نہیں ملے گی۔ اپنی تقدیر ہمیں منفرد انداز میں بنانی پڑے گی۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے، جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔ ایسا نظام پیش کر کے گویا ہم مسلمانوں کی حیثیت سے اپنا قومی فرض سرانجام دیں گے۔ انسانیت کو سچے اور صحیح امن کا پیغام دیں گے کہ صرف ایسا امن ہی انسانیت کو جنگ کی ہولناکی سے بچا سکتا ہے اور صرف ایسا امن ہی بنی نوع انسان کی خوشی اور خوش حالی کا امین ہو سکتا ہے''۔

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس

تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9، کالج روڈ۔ ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462501

مولانا زاہد الراشدی

دینی مدارس اور حکومتی اقدامات

دینی مدارس کے تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے پانچوں وفاقوں نے ان حکومتی اقدامات کو مسترد کرنے کا اعلان کیا ہے، جن کی منظوری وفاقی کابینہ نے دی ہے اور جن کے تحت دینی مدارس کو چھ ماہ کے اندر رجسٹریشن کا پابند کرتے ہوئے سرکاری سطح پر مدرسہ تعلیمی بورڈ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ رجسٹریشن نہ کرانے والے مدارس کو بند کرنے کی دھمکی دیتے ہوئے دینی مدارس کو بیرون ملک سے ملنے والی امداد کو مدرسہ تعلیمی بورڈ کی کلیئرنس کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دینی مدارس کے نصاب میں انگلش، ریاضی اور سائنس کے مضامین کے اضافے کو لازمی قرار دینے کے علاوہ دہشت گردی اور فرقہ واریت میں ملوث دینی مدارس کے ناظم صاحبان کو دو سال قید کی سزا اور جرمانہ کے قانون کے نفاذ کا عندیہ دیا گیا ہے۔

اگرچہ وفاقی وزیر مذہبی امور ڈاکٹر محمود احمد غازی نے وضاحت کی ہے کہ ابھی مدارس کے بارے میں آرڈی نینس کی حتمی شکل طے نہیں ہوئی، مگر وفاقی کابینہ کے اجلاس کے بعد وزیر اطلاعات جناب نثار اے میمن کی پریس بریفنگ میں مذکورہ بالا امور کے سامنے آجانے کے بعد آرڈی نینس کے بنیادی مشمولات کے بارے میں کوئی ابہام باقی نہیں رہا اور حکومت ایک عرصہ سے دینی مدارس کے بارے میں جن عزائم اور اقدامات کا اظہار کرتی آرہی ہے، اس کی عملی شکل کا بنیادی ڈھانچہ واضح ہو گیا ہے۔

وزیر مذہبی امور نے اپنی پریس کانفرنس میں دینی مدارس کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کیلئے حکومت کی طرف سے تیرہ ارب روپے کی امداد کی خوشخبری بھی دی ہے، جو تین سال میں مدارس کو دی جائے گی، لیکن اس کے باوجود نہ صرف دینی مدارس نے متفقہ طور پر ان اقدامات کو مسترد کرنے کا فیصلہ کیا ہے، بلکہ لاہور ہائی کورٹ بار نے ایک قرارداد میں دینی مدارس کے خلاف ان حکومتی اقدامات کو مسترد کرنے کا اعلان کیا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ دینی مدارس کے وفاقوں کی طرف سے حکومتی اقدامات کو یکسر مسترد کرنے کے مضمرات اور پس منظر کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لیا جانا چاہیے۔ اس سلسلہ میں تین باتوں کا بطور خاص جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ایک یہ کہ دینی مدارس کے نظام و نصاب میں رفتار زمانہ کے ساتھ جس قسم کی اصلاحات ناگزیر ہیں، ان کی ضرورت سے کسی ذی شعور کو انکار نہیں ہے اور ہم خود ایک عرصہ سے دینی مدارس کے منتظمین کی اس طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ ہماری رائے میں دینی مدارس کے نصاب میں نہ صرف انگلش زبان کے اضافے کی ضرورت ہے، بلکہ عربی بول چال اور تحریر و تقریر اور اس کے

ساتھ ساتھ تقابل ادیان و مذاہب، تاریخ، پبلک ریلیشننگ اور کمپیوٹر ٹریننگ وغیرہ جیسے اہم مضامین کے اضافہ کو بھی ہم وقت کا تقاضا سمجھتے ہیں۔لیکن یہ تبدیلی اور اضافہ حکومتی اقدامات، اسٹیبلشمنٹ کی ترجیحات اور امریکہ کے مطالبات کے دائرہ میں نہیں، بلکہ خود دینی حلقوں کی داخلی ضروریات اور ملی و معاشرتی تقاضوں کی روشنی میں کیا جانا چاہیے، اسی طرح جیسے ہم دینی مدارس کے نصاب میں ان مضامین کے اضافوں کو ناگزیر سمجھتے ہیں، بالکل اسی درجہ میں دینی مدارس کے نصاب میں سائنس اور ریاضی کے اضافہ کو قطعی طور پر غلط اور نامعقول تصور کرتے ہیں اور دینی تعلیم کے ساتھ ریاضی اور سائنس کی تعلیم کو لازمی قرار دینا، اسی طرح غیر معقول حرکت ہے۔ جیسے لاء کالج کے نصاب میں سائنس اور ریاضی کو لازمی مضامین کا درجہ دے دیا جائے۔ دوسری بات یہ کہ اگر حکومت اس سلسلہ میں کوئی کردار ادا کرنا چاہتی ہے تو اس کی حیثیت ایک خیر خواہ مشیر اور رہنما کی ہونی چاہیے، اس سے زیادہ حکومت کوئی رول ادا کرنا چاہے گی تو اسے دینی مدارس کے داخلی معاملات میں مداخلت اور ان کی خود مختاری پر حملہ تصور کیا جائے گا، جسے دینی مدارس کے ارباب حل وعقد کسی صورت میں قبول نہیں کریں گے۔

دینی مدارس کا موجودہ کردار جس کے مفید پہلوؤں کا خود جنرل پرویز مشرف کئی بار اعتراف کر چکے ہیں اور دینی مدارس کے جس دینی و معاشرتی کردار کا تذکرہ وفاقی وزیر امور، وفاقی وزیر داخلہ اور گورنر پنجاب کے بیانات میں مسلسل ملتا ہے۔اس کردار کی گاڑی مالیاتی و انتظامی خود مختاری اور تعلیمی نصاب و نظام کی آزادی کے دو پہیوں پر چلتی آ رہی ہے۔ ان میں سے کسی ایک پہیے کی ہوا نکال دی گئی تو دینی مدارس کے اس ملی کردار کا وجود باقی نہیں رہے گا، جس کا اعتراف ہمارے حکمران بار بار کر رہے ہیں اور جس ملی کردار سے خائف ہو کر عالمی استعماری قوتیں اور بین الاقوامی ادارے ان دینی مدارس کے جداگانہ تشخص کو ختم کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ حکومت جس فضا اور حالات میں دینی مدارس کے گرد پابندیوں کا حصار قائم کرنے اور تیرہ ارب کی امداد کا لالچ دے کر انہیں اس دائرہ میں گرنے کی ترغیب دے رہی ہے۔ اس فضا میں تو کسی طرح یہ ممکن ہی نہیں ہے اور ایسے حالات میں حکومت دینی مدارس کے بارے میں جو بھی عملی قدم اٹھائے گی، اس سے حکومتی اور دینی حلقوں کے درمیان کشیدگی میں اضافہ کے سوا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔

ایک طرف صورت حال یہ ہے کہ موجودہ حکومت نے امریکہ کی زیر قیادت عالمی اتحاد کے ساتھ مل کر دینی مدارس کی ڈیڑھ صدی کی کمائی کو خاک میں ملا دیا ہے۔ طالبان حکومت دینی مدارس کی ڈیڑھ صدی کی کمائی تھی اور دینی مدارس افغانستان میں خالصتاً نظریہ اور دینی بنیادوں پر قائم طالبان حکومت کو دیکھ کر مطمئن تھے کہ ان کی ڈیڑھ صدی کی محنت رنگ لے آئی ہے اور اسلام کی جن تعلیمات کو انہوں نے گزشتہ دو سو برس سے محنت، قناعت، فاقہ کشی اور قربانیوں کے ساتھ زمانے کی دست برد سے بچا کر رکھا ہوا تھا، وہ نہ صرف محفوظ ہے بلکہ عملی اور اجتماعی زندگی میں ان کی عملداری کے امکانات بھی نظر آنے لگے ہیں لیکن امریکی اتحاد نے حکومت کے تعاون سے طاقت کے بل پر اس حکومت کا خاتمہ ہی نہیں

کیا بلکہ اس کے علمی اور فکری سر چشمہ دینی مدارس کے خلاف وسیع تر انتقامی سرگرمیوں کا آغاز بھی کر دیا ہے، جن کا سلسلہ افغانستان سے آگے بڑھتا ہوا پاکستان کے مختلف شہروں تک پھیلتا جا رہا ہے۔ دینی مدارس پر چھاپے مارے جا رہے ہیں، علماء اور کارکنوں کی گرفتاریاں عمل میں آ رہی ہیں، خوف و ہراس کی فضا قائم کی جا رہی ہے اور دینی مدارس کے ساتھ تعاون کرنے والے اصحاب خیر کو ڈرا دھمکایا جا رہا ہے۔

امریکی کمانڈوز کی رہنمائی میں پاکستانی فورسز اس وقت پاکستان کے مختلف علاقوں میں دینی مدارس کے خلاف جو کارروائیاں کر رہی ہیں اور جس طرح دینی حلقوں کو خوف زدہ اور ہراساں کیا جا رہا ہے، اس فضا میں دینی مدارس کے لئے تیرہ ارب روپے کی امداد اور ان کی اصلاحی ترقی کے سرکاری اقدامات کو ایک سنگین مذاق اور زخموں پر نمک چھڑکنے کے سوا اور کیا سمجھا جا سکتا ہے۔

موجودہ حکومت اگر دینی مدارس کے نظام و نصاب کی اصلاح میں مخلص ہے اور خلوص دل کے ساتھ ان کی امداد کرنا چاہتی ہے تو اس کی پہلی شرط یہ ہے کہ ملک بھر میں دینی مدارس کے خلاف کی جانے والی کارروائیاں فی الفور بند کر دی جائیں۔ امریکی کمانڈوز سے دوٹوک طور پر کہہ دیا جائے کہ القاعدہ کے ارکان کی تلاش کی آڑ میں ہم اپنے دینی تعلیم کے نظام اور ماحول کو ڈسٹرب نہیں کر سکتے۔ دینی مدارس کو مالیاتی و انتظامی خودمختاری کے تحفظ کی دوٹوک گارنٹی دی جائے۔ نصاب و نظام کے معاملہ میں انہیں ڈکٹیشن دینے کی بجائے مشاورت کے ذریعے ضروری اصلاحات کی راہ ان کے وفاقوں کے ذریعے ہموار کی جائے اور دینی حلقوں اور مدارس کے بارے میں امریکہ اور بھارت کے ایجنڈے سے لاتعلقی کا واضح طور پر اعلان کیا جائے۔

جناب نبی اکرم ﷺ نے خاوندوں سے کہا تھا کہ وہ اپنی بیویوں کو غلاموں کی طرح زدوکوب نہ کیا کریں، کیونکہ یہ بات کسی طرح بھی اچھی نہیں ہوگی کہ دن کے وقت وہ انہیں تھپڑ مار رہے ہوں اور شام کو پھر انہیں گلے لگانے کیلئے بھی آگے بڑھیں۔ حکمران بھی گھر کے سربراہ کی طرح ہوتا ہے، اسے بھی اگر گھر کے افراد کے تعاون کی ضرورت ہے تو اسے جناب نبی اکرم ﷺ کی اس نصیحت کا لحاظ رکھنا ہوگا۔ یہ تو کوئی شرافت کی بات نہیں سمجھی جائے گی کہ ایک طرف دینی مدارس چھاپوں کی زد میں ہوں، رات کی تاریکی میں ان کی دیواریں پھلانگی جا رہی ہوں، اساتذہ و طلبہ کو زدوکوب کیا جا رہا ہو اور دوسری طرف وفاقی وزیر مذہبی امور تیرہ ارب روپے کے نوٹ تھالی میں رکھ کر دینی مدارس کے دروازوں پر دستک دے رہے ہوں، ان حالات میں تو امداد اور نصیحت کی بات کوئی عام آدمی بھی قبول نہیں کرتا، حکومت نے دینی مدارس کے ارباب حل و عقد سے اس کی توقع کیسے کر لی ہے؟

سید یونس الحسنی

انگلیاں فگار اپنی، خامہ خونچکاں اپنا

یہ وطن وجود میں آیا تو لوگ اپنے آلام ومصائب فراموش کر کے اسے سنوارنے، نکھارنے اور اجالنے کی فکر میں جُت گئے۔ایثار وقربانی کی نئی تاریخ رقم کرنے والوں نے اسے ملی وفاؤں، رفتگاں کی اُجلی اداؤں، مردانِ حریت کی نواؤں اور شہیدوں کی لالہ رنگ قباؤں کی مہکار حسیں کا نام دے کر دین اسلام کے ان سب کی چھتر چھاؤں ہونے کا اعلان کیا۔ وہ اسلام جس سے سرزمین پاک پُر بہار ہے، جو مرغانِ خوش گلو کی چہکار ہے، جس سے تمام مسلمان امیر وغریب دہقان و مزدور مخمور و سرشار ہے، اُس کے فیوض وبرکات سے یہ سبزہ زار ضوبار ہے۔ ہاں، ہاں! وہی اسلام جو میرے دیس کا رعب وجلال ہے۔ جو خواب حکیم مشرق کا حسن و جمال ہے، جو قائد کی آرزوئے جلی کا ہلال ہے، جو زوال کفر کا عنوان اور اس مملکت خداداد کی پہچان ہے۔آج وہی اسلام اپنے نام پر معرضِ وجود میں آنے والے ملک میں غریب الدیار مظلوم، مجبور، محصور ومقہور ہے (العیاذ باللہ)۔ بے چینیوں میں امن وسلامتی کا جلوۂ خوشنما دیکھنے کی آرزو اور سہانے دیس کا دل نشیں نقشہ آنکھوں میں سمونے کی حسرت کسی کل قرار نہیں پا رہی۔ وقت کی فسوں کاری کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ نتیجتاً ہر شخص اپنے آپ میں بری طرح الجھ کر رہ گیا ہے۔ مایوسیوں کے زہر سے پھیلنے والی تیرگی کے باعث سوچ وفکر کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔ وحشت اثر رُتوں کا تکدر عجب ہے کہ شہرِ دل ویرانیوں کی کُہر کا ہالہ لگ رہا ہے۔ نجس سودی نظام کی نحوست ملاحظہ فرمایئے کہ فرزندانِ وطن کے چہرے تھکے تھکے، رنگت اُڑی اُڑی لگتی ہے۔ روش روش مفلسی کی وہ راکھ جمی ہے کہ اس بظاہر ہنستے بستے دیس میں ہر کوئی تنہا تنہا دکھائی دیتا ہے۔ درد وسوز کی گراں قدر متاع کے حاملین ہر دروازے پر دستک دے رہے ہیں، حقائق کھول کھول کر بیان کر رہے ہیں، بعض لوگوں کے مردہ ضمیروں کو حتی المقدور جھنجھوڑ رہے ہیں۔ مگر واحسرتا مقتدرین کا رویہ اس ساری نوحہ گری ونوحہ خوانی پر ایک خندۂ استہزاء کے سوا کچھ نہیں۔ سود کی حرمت اور خاتمے سے متعلق شرعی کورٹ کے فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا گیا ہے جس کی سماعت جاری ہے مگر حکومتی وکیل نے جو سرکاری موقف تحریری اور زبانی طور پر پیش کیا ہے، عذاب الٰہی کو للکارنے کے مترادف ہے۔ الفاظ کی سنگینی نے دل ہلا دیئے ہیں۔ بیان کے تیر ونشتر دیکھئے:

’’قومی معیشت کی قیمت پر اسلامائزیشن قبول نہیں۔ عوام کے مفاد اور پسند کے مطابق کیا جانے والا کوئی عمل خواہ مکروہ اور حرام ہی کیوں نہ ہو، مستحسن عمل ہے۔ حکومت کیلئے اسے ریگولیٹ کرنا ضروری ہے۔ ہمیں اپنی معیشت اسلامائزیشن سے مقدم رکھنی چاہیے۔ قومی معیشت کو اسلامائزیشن پر بہر طور پر ترجیح حاصل ہے‘‘۔

(روزنامہ ’’اسلام‘‘، ’’پاکستان‘‘ ۱۹؍جون ۲۰۰۲ء)

مندرجہ صدر بیان کا بہ نظر تعمق جائزہ لینے سے چند عبرت انگیز نکات قلب و ذہن پر ابھرتے ہیں۔ مثلاً

ا۔ اسلامائزیشن کسی طور پر قبول نہیں۔

ب۔ اسلامائزیشن موجودہ حکومت کی ترجیح نہیں۔

ج۔ عوام جس عمل کو پسند کریں یا اپنے مفاد میں سمجھیں خواہ وہ حرام ہو، مستحسن ہو جاتا ہے اور حکومت کیلئے ضروری ہے اسے ریگولیٹ کرے۔

سیکولر گروہ جس دن سے وطن کے سیاہ وسفید کا مالک بنا ہے، نت نئی بولیاں سننے کو مل رہی ہیں اور انتہائی نامعقول نعرے لگائے جارہے ہیں۔ سرکارِ ختمی مرتبت ﷺ کی بجائے بے دین کمال اتاترک کو آئیڈیل قرار دے کر ڈھیرے ڈھیرے وہی روش اختیار کی جارہی ہے جو اس نے خلیفۃ المسلمین اور خلافت سے روا رکھی۔ پہلے طالبان کا لہو پیا گیا اب کشمیری مجاہدین بھارت کا تر نوالہ بنانے کی بھرپور تیاریاں ہیں۔ سردست انہیں اپاہج بنانے کیلئے رابطے منقطع کئے گئے ہیں۔ اس دوران ''سب سے پہلے پاکستان'' کا گھناؤنا گیت گایا گیا تھا۔ تیر بالکل درست سمت جارہا ہے۔ قومی معیشت کے نام پر اسلامائزیشن کا بہر طور عدم قبول اور عدم ترجیح اسی بے حس نعرے کی آسان تشریح ہے تاکہ لوگ ساری بات اور جنرل مشرف کا مطمح نظر سمجھ جائیں۔ اتاترک خلافت کے مقابل یہود ونصاریٰ کا حلیف تھا۔ آج اس دیوتا کا متوالا بلاشک وریب اُسی کے نقشِ قدم پر دھڑلے سے عمل پیرا ہے۔ فیڈریشن کے وکیل ایسے بے تکے دلائل دے رہے ہیں جو ان کی وکیلانہ ہٹ دھرمی کا بین ثبوت ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ ''قرآن وحدیث میں صرف ایمان والوں کو مخاطب کر کے ربا کے حرام ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ قانون غیر مسلموں کیلئے نہیں تھا، وہ تو رسول اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں بھی سودی لین دین کرتے رہے''۔ ایک گھن چکر ہے۔ ''خوئے بدرا بہانہ ہا بسیار'' کی مثال اس پر صادق آتی ہے۔ فاضل وکیل کو یاد ہونا چاہیے کہ فتح مکہ کے بعد جب پورے حجاز پر مشتمل اسلامی سلطنت وجود پذیر ہوگئی تو تاجدارِ ختم نبوت ﷺ نے ایک انتظامی حکم کے تحت ربوٰ فی الفور مسترد، منسوخ اور ممنوع قرار دے دیا تھا۔ اس اوّلیں اسلامی مملکت کی حدود میں رہن بسیرا کرنے والے یہود ونصاریٰ آپس میں سودی کاروبار کرتے بھی تھے تو وہ انفرادی معاملہ تھا۔ نہ کہ من حیث القوم کیونکہ تورات، زبور اور انجیل مقدس میں بھی سود اپنی تمام صورتوں میں حرام مطلق قرار دیا گیا ہے۔ یہ الگ بات کہ اہل کلیسا یہود کی سازش کا شکار ہو کر تعلیمات عیسوی میں مداہنت کے مرتکب ہوئے۔ انہوں نے آسمانی کتب میں من پسند ترامیم اور حالات بدلنے کے تحت حک واضافہ کر کے اپنے معاشروں کو گناہ آلود کر لیا ہے۔ ہم اغیار کی دیکھا دیکھی ایسا کیوں کریں؟ ہم اپنی تہذیب کو رسوائی کے اندھے غاروں میں کیوں دھکیلیں؟ ہم مسلمان ہیں، قرآن کریم اور سیرت رسول کریم ﷺ پر اٹل ایمان اور غیر مشروط وابستگی ہمارا شعار ہے۔ اس لئے یہ مثال حالاتِ حاضرہ پر کسی بھی طرح منطبق نہیں ہو سکتی۔ عہد حاضر میں اُن پر قدغن لگا بھی دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بہر حال یہ بات بڑے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ موجودہ حکومت کی تمام تر فلسفیانہ موشگافیاں اور متفقہ قومی رائے کے خلاف جلد بازی میں اُن پر عملدرآمد کا مکروہ

پیش منظر مبادیات وتصریحات دین قیم ومتین سے کھلی بغاوت ہے۔اسے روشن خیالی،خوش فکری یا ماڈریٹ اسلامی رویہ (Moderate Islamic Attitude) ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا۔قدیم مسلم تاریخ میں جلی حروف سے یہ لکھا ہوا ہے کہ:

ا) شہر مکہ نبی مکرم ﷺ کا وطن عزیز تھا مگر آپ نے صرف دین اسلام کی خاطر اسے تیاگ کر مدینہ کو مسکن بنالیا اور تبلیغ کا فریضہ جاری رکھا۔''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ کیا وجود یا حقیقت رکھتا ہے۔حضور ﷺ کے عمل مبارک نے وطن عزیز کی اوّلیت کو بے حیثیت کر ڈالا اور امت کیلئے مستقل قانون بن گیا کہ دین کی عظمت کی خاطر وطن قربان کرنا پڑے تو دریغ نہ کیا جائے۔مصور پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے جدیدیت اور فلسفہ اسلام کی کیا خوبصورت عکاسی کی ہے۔

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنائی روش لطف وکرم اور
تہذیب کے آذر نے ترشوائے صنم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے
غارت گرے کاشانۂ دینِ نبویؐ ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے
نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملادے

معلوم ہوا کہ دین ہی اوّلیں ترجیح ہے۔اس پر ہر چیز حتیٰ کہ وطن بھی قربان کیا جانا چاہیے۔وطن کی اوّلیت حرام اور تراشیدہ تہذیب نوی ایک ناہنجار بت ہے جس کی شکست وریخت ازبس لازم ہے۔

۲۔اسلام عوام کی پسند اور ناپسند کے مطابق چلنے کیلئے نہیں آیا۔یہ ایک انمٹ سچائی ہے کہ عرب بتوں کے پرشوق پرستار تھے۔دُختِ رز کے جام لنڈھانا،جوا کھیلنا،بچیوں کو زندہ درگور کرنا،برہنہ رقص اور کئی قسم کی دوسری بیہودگیاں ان کا شعار تھا۔اگر سید ریاض الحسن گیلانی کا کلیہ تسلیم کرلیا جائے کہ عوام کی پسند وناپسند کو ریگولیٹ کرنا حکومت وقت کا لازمہ ہے تو پھر بعثت انبیاء علیہم السلام اور وحی الٰہی کی کیفیات خاکم بدہن بے کار محض اور قطعاً بے ضرورت نہیں۔آج کے دور میں اس فارمولے پر عمل کرنے سے انکار انبیاء اور انکار وحی لازم آتا ہے جو انہوں نے ڈھکے چھپے الفاظ میں کر دیا ہے۔اس سے بڑی بے دینی اور دریدہ ذہنی اور کیا ہوگی کہ ایک مسلم ملک کا سربراہ ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نظریہ پھیلائے،سودی معیشت قائم رکھنے کیلئے اسلام کی قربانی دینے پر بضد تیار ہو اور اسلامی قوانین کے نفاذ کو عدم ترجیح کے زمرے میں رکھے۔صاف ظاہر ہے حکومت وقت اور اس کے کل پرزے اسلامی آئین جہانداری وجہانگیری لاگو کرنے کو وطن اور اس کی معیشت کیلئے مہلک سمجھتے اور یہود ونصاریٰ کی آغوش کو عافیت پناہ خیال کرتے ہیں۔کبھی توہین رسالت قانون بدلنے کا شوشہ،کبھی تحفظ ختم نبوت کی شق میں ترمیم کا غلغلہ،کبھی انتہا پسندی کے نام پر دینی مدارس پر یلغار،کبھی بنیاد پرستی کے جرم میں جہادیوں پر شب خون،کبھی کفار کی سنگت میں طالبان کی اسلامی حکومت کے خاتمے کا عمل،کبھی مجاہدین کشمیر کی مشکیں کسنے کی تدابیر،ایک اللہ کے سامنے جھکنے کی بجائے کبھی امریکہ کی

منت، برطانیہ کی سماجت، فرانس کو درخواست، روس کو عرضی لکھنا، جرمن اور آسٹریلیا اور جاپان سے امن و آشتی اور سالمیت کی گڑ گڑا کر بھیک مانگنا اور ان سب خونی بھیڑیوں کے اشارے پر مہاراجہ اشوک کے بعد سب سے بڑی بت پرست سلطنت ہندوستان کے مشرک سربراہ واجپائی کے حضور گھٹنے ٹیک کر معذرت کرنا، اس سے گزشتہ کوتاہیوں کی معافی چاہنا اور آئندہ کیلئے ''معاملات من وتو'' درست رکھنے کی یقین دہانی کرانا یہ سب کچھ آخر کیا پیغامات ہیں۔ کون سے سندیسے ہیں اور کس طرح کے خفی وجلی لہریئے ہیں۔ تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ کیا کچھ ہو چکا ہے، کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے؟ وکیل صاحب تاریخ عالم گواہ ہے جو نظریہ عوام کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھے وہ بانجھ ہوتا ہے۔ اسلام بانجھ نہیں۔ الحمدللہ یہ عصیاں بکف معاشروں کی متابعت اور مطابقت میں ہرگز نہیں چلا بلکہ انہیں اپنے فطری اور آفاقی اصول وضوابط کے مطابق ڈھال کر دنیا میں ایک زبردست انقلاب برپا کر دیا ہے جس کی صدائے بازگشت کے فیضان صحبت اور برکاتِ نگہ کرم سے پلک کی ایک جھپکی میں معلّمین اور اکِ حقیقت بن کر نام نہاد تہذیبی فرزندوں کو درسِ حق دینے لگے۔ شورش کاشمیریؒ نے کیا خوب کہا تھا۔

اونٹوں کے چرانے والوں نے اُس شخص کی صحبت میں رہ کر
قیصر کے تبختر کو روندا، کسریٰ کا گریباں چاک کیا

میں آپ کو قرآن پاک و حدیث رسول ﷺ کے حوالے پیش نہیں کروں گا۔ آپ تو ان کو مانتے ہی نہیں۔ انہیں قابل اعتنا ہی نہیں سمجھتے۔ آپ تو ملک کی سودی معیشت بچانے کیلئے اسلامائزیشن سے انکار کرتے ہیں۔ ملکی قوانین معیشت یا دیگر ضوابط کی اسلامائزیشن آپ کی ترجیحات میں شامل ہی نہیں جبکہ اسلام اپنے بابرکت احکامات، قوانین، حدود اور تصریحات کے ذریعے خیر الامت کے افراد پیدا کرتا اور ہر دور میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ حالات کی ہر کروٹ گواہی دے رہی ہے کہ جنرل مشرف، ان کے رفقاء اور وکیل صاحب خود آپ ایسے افراد کی پیدائش وافزائش اور فراوانی بالکل نہیں چاہتے۔ اس طرز بود وماند سے گریز پائی کا یہ نابکار رویہ آپ سب کے کسی اندرونی خوف کا عکاس ہے۔ جس کا آپ کھل کر اظہار آج تک نہیں کر پائے۔ غور کیجیے! اسلامائزیشن کی شرائط بھی وہی ہیں جو فتح کے وقت عرب سرداروں نے حضور ﷺ کی بارگاہِ قدس میں پیش کی تھیں اور حضور اقدس ﷺ نے انہیں بیک جنبش لب مکمل طور پر مسترد کر دیا تھا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ آپ لوگ وطن عزیز میں بہترین انسان سازی کا عمل روک رہے ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ یہاں انسان سازی نہ ہو سکے اور دو ٹانگوں والے جانوروں کی بہتات ہو جو دینی جماعتوں کو ووٹ نہ دیں، جو فلسطینیوں پر مظالم دیکھ کر پریشان خاطر نہ ہوں، افغانوں کے خونِ ناحق کے سیل رواں پر مضطرب نہ ہوں، کشمیری مسلمانوں کی نسل کشی سے ان کی آنکھیں نم نہ ہوں۔ چیچنیا کے مردان حر کی روز افزوں شہادتوں سے ان کے دلوں میں گداز پیدا نہ ہو، وہ کردار کے مفلس، دعوت کے قلاش اور عزیمت سے بے بہرہ ہوں تو گیلانی صاحب! اس پر انا للہ پڑھی جا سکتی ہے۔ بقول کسے

''انگلیاں فگار اپنی، خامہ خونچکاں اپنا''

محمد عمر فاروق

خود فریبی

غداریوں کا موسم ہے، سازشوں کے طوفان ہیں۔ لیکن دل ہے کہ پھر بھی شاداں ہے، مطمئن ہے۔ کشمیر ۵۴ سال سے غلامی کی آگ میں سلگ رہا ہے۔ کبھی تقسیم پنجاب کے مرحلے پر باؤنڈری کمیشن کے بعض بے وفاؤں (قادیانیوں) نے جھوٹی نبوت کے مسکن کو بچانے کی خاطر اسے پاک سرزمین میں شامل نہ ہونے دیا۔ کبھی ۱۹۴۸ء میں سرینگر تک قبضہ کر لینے کے بعد بھی ہندو مہاشوں کی خوشی کے لئے پسپائی اور دستبرداری اختیار کر لی گئی۔ کبھی اس جنت ارضی کو معاہدوں کی رنگینیوں میں گم ہو کر مذاکرات کی میز پر ہار دینے کی روایتیں قائم کی گئیں۔ کل تک ''الماتے'' میں اپنی کامیابیوں کے ڈھول پیٹے جا رہے تھے کہ اب قوم کو جنگ ٹلنے کی خوشخبری سنائی جا رہی ہے۔ اضطراب کی لہر ہے کہ تھمنے میں نہیں آتی۔ موجودہ حکمرانوں نے نواز شریف کو تخت اقتدار سے ہٹانے کے فوراً بعد ارشاد فرمایا تھا کہ ''کشمیر پر مذاکرات نہیں کیے جائینگے'' لیکن دیگر امور سمیت اب کشمیر میں دراندازیاں نہ کرنے کے وعدے کر لیے گئے ہیں۔ آخر پینترا کیوں بدلا گیا؟ رمزفیلڈ اور آرمیٹج کے ایک ہی دورے نے پاکستان کے مضبوط مؤقف کا جو حشر کیا۔ ایسی رسوائی کے تصور ہی سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ ایسی بلندی اور پھر ایسی پستی ....الامان والحفیظ۔

واجپائی جنگ جیت جانے کے بھاشن دے رہے ہیں۔ نوابزادہ نصراللہ خان، قاضی حسین احمد، مولانا فضل الرحمٰن، راجہ ظفر الحق اور مولانا شاہ احمد نورانی جیسے سیاستدان مسئلہ کشمیر پر کیے گئے درون خانہ وعدوں اور یقین دہانیوں کو ملک و قوم اور کشمیریوں کے لئے ناقابل تلافی نقصان قرار دے رہے ہیں۔ کیا ۸۰ ہزار مجاہدین کا خونِ بے گناہ ہی رائیگاں چلا گیا؟ عزتوں اور عصمتوں کو قربان کرنے والی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی بلند ہوتی آہ و پکار پر کیا اب کوئی بھی مسلمان دستِ ستمگر کو توڑنے کے لئے کوچۂ قاتل کا رُخ نہیں کر سکے گا؟ ''جہاد اصغر اور جہاد اکبر'' کے فلسفیوں نے کیا کشمیر کے جہادِ آزادی میں ڈیڈ لاک پیدا نہیں کر دیا؟ حکومت کے ایوانوں میں سے کون ایسا سُو رما ہے! جو مضطرب دلوں سے اٹھنے والے ان سوالات کا جواب دے اور قوم کو حقائق سے آگاہی بخشے۔ قوم کو اعتماد میں لیے بغیر کیے جانے والے ایسے فیصلے میزائلوں اور ایٹمی ہتھیاروں سے بھی کہیں زیادہ تباہ کن ہوا کرتے ہیں اور ملک و قوم اب مزید کسی زخم کھانے کی متحمل نہیں ہے۔

سیاستدانوں کا یہ اعتراض بالکل بجا ہے کہ جنگ کے اس ماحول میں واجپائی کو مذاکرات کی پیشکش کی جاسکتی ہے تو قوم و ملک پر طاری اس نازک گھڑی میں سیاسی رہنماؤں سے قومی اور ملکی معاملات پر مذاکرات کیوں نہیں کیے جاتے؟ بھارت اگر سرحد پر فوجیں لے آیا ہے تو اس سے پہلے اس نے اپنی قوم کو جنگی لحاظ سے تیار بھی کیا ہے اور قوم کا مورال

بلند کرنے کے بعد ہی وہاں جنگی ٹیکس لگایا گیا ہے۔ لیکن ہم نے افغانستان کا معاملہ ہو یا کشمیر کا مسئلہ، کبھی بھی قوم کو اصل حقائق سے آگاہ نہیں کیا۔ جس کا نتیجہ ہمیشہ قومی خلفشار کی صورت میں نکلا ہے۔ جنگ بذاتِ خود اچھی چیز نہیں ہے۔ لیکن قومی وقار اور دینی وملی غیرت بھی کسی شے کا نام ہے۔ جب دشمن سر پر آ پہنچے تو نفع ونقصان کے حساب کی بجائے جسم وجاں لٹائے جاتے ہیں۔ مگر اب تو یہ بھید قوم پر کھولا جائے کہ ہم جس سُپر پاور پر تکیہ کر کے کشمیر پر یُوٹرن لے رہے ہیں۔ اس نے ۱۹۶۵ء کی جنگ اور ۱۹۷۱ء کے معرکے میں ہمارے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا ہے۔ وہ سامراجی قوت جس نے ہمارے اندھے تعاون کے سہارے پر افغانستان کی مسلمان مملکت کو تاراج کر کے دنیا بھر کے مسلمانوں کو دہشت گردی کے الزام سے مطعون کیا۔ آج وہی ظالم کفریہ ایٹمی قوت ہمارے ملک میں ہی ایف بی آئی کے پچاس سے زائد دفاتر قائم کر کے ایک راسخ العقیدہ مسلمان کی سرکوبی کے درپے ہے۔ ہمارے نیوکلیئر ہتھیار جس کے نشانے پر ہیں اور ہماری ملکی آزادی اور خود مختاری کو جو اپنی مٹھی میں قید کر لینے کے لیے پابہ رکاب ہے۔ اسی دشمنِ جان وایماں کو ہم نے اپنا ثالث اور حاکم مانا ہے ہاں اُسی کو جس کی بدولت ہماری مشرقی ومغربی سرحدیں شاید خطرے سے دوچار ہو چکی ہیں اور جس کی سرپرستی ہی میں اسرائیل ہمارے دشمنوں کے ذریعے ہماری سرحد پر حملہ زن ہونے کے لیے تیار کھڑا ہے۔

لیڈروں کے ذاتی مفادات اور وقتی مصلحتیں ہمیشہ قوموں کی تباہی کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ جب کشمیر حاصل کر لینے کے بعد فائر بندی قبول کی گئی تو یہ بڑا جانکنی کا مرحلہ تھا۔ سچ فرمایا تھا، ۱۹۴۹ء میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے (اللہ اس مردِ جلیل کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل کرے) کہ:

''عزیزو! خدا جانے اب آپ کس کشمیر کو لینے کے ارادے کر رہے ہیں؟ یا کس کشمیر کے متعلق سوچتے ہیں؟ ورنہ وہ کشمیر جو زمین پر جنت کا نشان ہے۔ جس کے متعلق میری رائے ہے کہ پروردگار عالم نے آسمانوں پر اپنی موجودگی میں تیار کرا کے اسے زمین پر اُتارا اور وہ جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس جنت ارضی میں اب نہیں بلکہ ۱۹۳۱ء سے مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ اس زمانے میں ہم احرار نے اسی کشمیر کے متعلق مسلمانوں سے بات کہی تھی۔ لیکن اس وقت کے رئیس مسلمانوں نے جن کا دخل فرنگی ایوانوں میں تھا۔ ہماری بات نہ سُنی۔ احرار کی تحریک پر آزادیٔ کشمیر کے لیے چالیس ہزار مسلمان قید ہوئے اور بائیس نوجوانوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ تب ہماری بات مان لی ہوتی تو آج کشمیر کا نقشہ یوں نہ ہوتا۔

اب آپ بھی سُن لیں اور چودھری صاحب بھی! (کشمیری رہنما چودھری غلام عباس مرحوم) کشمیر تو آپ اپنے ہاتھ سے دے چکے۔ اگر فائر بندی نہ ہوتی تو ممکن ہے کہ کوئی بات بن جاتی۔ میری بات لکھ رکھو کہ فرنگی اور ہندو اب کسی صورت میں بھی آپ کو کشمیر نہیں دینا چاہتے۔ ہاں البتہ کبھی فرنگی کو ضرورت ہو کہ وہ اس فساد کو مستقل ختم کرنا چاہے تو ممکن ہے کہ اس کا کچھ حصہ آپ کے پاس آ جائے''

آج سامراج کشمیر پر اپنے تسلط کی فکر میں غلطاں ہے اور ہم غیر محسوس طریقے سے اپنے آپ کو اس کے چنگل میں

دے کر مطمئن ہوئے جاتے ہیں۔ قاتلوں کی ناپاک نظریں سری نگر اور جموں پر ہی نہیں، مظفر آباد لداخ اور گلگت پر بھی لگی ہوئی ہیں۔ چین تو اس کے بعد آتا ہے۔ غیروں کو اپنا ثالث، حَکَم اور فیصل مان کر ہم جس خود فریبی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور جنگ ٹل جانے کی جس خوش فہمی میں رقصاں ہیں۔ خدا نہ کرے کہ یہ حلقہ کسی ایسی زنجیر کا ہو کہ جو ہمیں سامراجی غلامی میں باندھ کر ہمیں اپنی عزت وقار، سلامتی واستحکام اور آزادی وخود مختاری سے محروم کر دے۔

یہ اندیشہ ہائے دُور دراز نہیں بلکہ ایسی حقیقتیں ہیں کہ جن سے نظریں چرانا تباہی اور جن کا سامنا کرنا بقاء اور سلامتی ہے۔ ہم ایسے حالات میں بھی مایوس نہیں ہیں کیونکہ ہمیں اللہ کی ذات پر یقین کامل ہے جو نا امیدیوں میں ایمان وایقان کے چراغ جلاتا ہے۔ آج نہیں تو کل ان مسائل کے اندھے غاروں میں سے منزل کا راستہ ضرور نکلے گا۔ مُخبر صادق ﷺ ''غزوہَ ہند'' کی خبر دے چکے ہیں۔ اور اللہ کے رسول ﷺ ہی کا یہ ارشاد گرامی بھی حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہے کہ'' مجھے ہند کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے''۔

غداریوں کا موسم ہے۔ سازشوں کے طوفان ہیں۔ مگر دل ہے کہ اسی فرمان پر مطمئن ہے، شاداں ہے، فرحاں ہے۔

سوانح قائد ملت

حضرت مولانا مفتی محمودؒ

تصنیف! مولانا عبدالقیوم حقانی

تذکرہ وسوانح، سیرت واخلاق، تحصیل علم وتکمیل، درس وافادہ، ذوق علم اور شوق مطالعہ، علمی انہماک، زہد وتقویٰ، عشقِ رسولؐ واہتمام سنت، تواضع وعبدیت، عزیمت وتوکل، بے نفسی وفنائیت، سیاسی بصیرت وعظمت علمی ودینی اور سیاسی کارنامے، حکمت وبصیرت، لطائف وبذلہ سنجیاں، مرزائیت کا تعاقب وردِ فرقِ باطلہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد اور مساعی مسلسل قید وبند کی صعوبتیں الغرض

ایک تاریخ، ایک تحریک اور ایک انقلاب کی داستان

عمدہ کاغذ، مضبوط جلد بندی اور شاندار طباعت، قیمت صرف 120 روپے

ملنے کا پتہ ! القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

عبدالرشید ارشد

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

ورلڈ ٹریڈ سنٹر ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کو تباہ ہوا۔ آج ۱۱ر جون ۲۰۰۲ء ہے۔ درمیانی فاصلہ ۱۰ ماہ یا ۲۷۴ دن کہا جا سکتا ہے۔ اُن گزرے دنوں پر نظر ڈال کر یہ دیکھ لیجئے کہ پاکستان نے کیا پایا اور کیا کھویا؟ غالباً حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ ''پیشتر اس کے تمہارا محاسبہ ہو تم خود اپنا محاسبہ کر لو'' بات بہر حال وزنی ہے۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھی۔ اس کا پس منظر جاننا بہت ضروری ہے کچھ امریکی اور مغربی میڈیا میں امریکی دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کے حوالے سے سامنے آ چکا ہے۔ مثلاً یہ کہ اس تباہی کے لئے ماسٹر مائنڈ متعصب یہودی ہنری کسنجر تھا، امریکی ایجنسیوں کا عملی تعاون اور آشیر باد منصوبہ سازوں کو حاصل تھی وغیرہ وغیرہ۔

اسلام کے خلاف ہنود و نصاریٰ بھی ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور یہود کے منصوبہ سازوں نے اس چیلنج کو ہمیشہ وسیع سے وسیع تر کرنے کے عملی اقدامات کئے کہ ان کا مفاد وسیع ترین چیلنج سے وابستہ ہے۔ نصاریٰ پر یہود کی گرفت، ان کے سونے کے جال میں جکڑے ہونے کے سبب ہے تو ہنود کی ازلی مسلم دشمنی میں، ہنود کو ہر طرح کی امداد دے کر ہمنوا بنا لیا گیا ہے۔ یہود، نصرانیت، ہنود اور دہریت کو یکبارگی پوری قوت اور پوری شدت کے ساتھ اسلام سے ٹکرا دینا چاہتے تھے کہ اسلام اور مسلمانوں کی کمر توڑ دی جائے تا کہ عالمی سطح پر ہماری بالا دستی کو اس قوت سے کوئی خطرہ نہ رہے۔ اس ''عظیم مقصد'' کے حصول کی خاطر ایک ''عظیم حادثہ'' ضروری تھا کہ جس کی بنیاد پر مبینہ واحد ''سپر پاور'' امریکہ کی دُم سے پٹاخہ باندھا جائے۔

امریکی وقار کے ادھڑتے بخیے اُسے یہود کے مقاصد کی تکمیل کے لئے مشتعل کر دیں گے۔ یہودی میڈیا اس اشتعال کو ہوا دیتا رہے گا اور کرہ ارض کا کفر امریکی جھنڈے تلے متحد ہو کر اسلام کے سامنے اسکے بخیے اُدھیڑنے کے لئے ڈٹ جائے گا یہ آخری صلیبی جنگ ہو گی۔ مسلمان اس حد تک بے بس ہو جائیں گے کہ پھر کبھی ہمارے سامنے منہ لگنے کا سوچ بھی نہ سکیں گے۔ یہ ہے منصوبے کا خاکہ! یوں تو سینہ دھرتی پر ۶۰ کے لگ بھگ مسلم ریاستیں اپنا اپنا وجود رکھتی ہیں مگر کانٹے کی طرح پاکستان کھٹکتی ہے کہ یہ ایٹمی قوت ہے۔ اسے عربوں سے بہت زیادہ محبت ہے کہ یہ اسرائیل شدید نفرت کا اظہار کرتی ہے۔ اس کے پہلو میں امارت اسلامی افغانستان کی اسلامی حکومت ہے جو اسلامی دنیا کی تکلیف پر عملاً مدد کے لئے ہر لمحہ مستعد ہے یہاں مجاہدین تیار ہوتے ہیں۔

پاکستان اور امارت اسلامی افغانستان کو تباہ کرنے کیلئے، ایک کو براہِ راست اتحادی حملوں سے تو دوسرے کو ڈرا

دھمکا کر، مالی لالچ دے کر اپنے ساتھ ملاتے جس کارروائی کی منصوبہ بندی کی گئی اس کا نقطہ آغاز ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی تھا۔ عالمی سطح پر بدترین ظلم و بربریت کا جواز بھی بدترین خود ساختہ دہشت گردی سے کیا گیا۔ ہم نے خود ساختہ کا لفظ مکمل احتیاط کے ساتھ اور مکمل یقین و تحقیق کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کوئی بھی بڑی سے بڑی دہشت گرد تنظیم یوں تباہ نہیں کر سکتی تھی کہ وہ تنظیم یہود و نصاریٰ کی ہو:

ا۔ قبل از وقت یہود کی ملٹی نیشنل کمپنیوں کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے اپنے اثاثے نکلوانے کا سگنل بھی دے۔

ب۔ چار ہزار یہودی کارکنان کو ۱۱ ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر حاضر ہونے سے باز بھی رکھے۔

ج۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے جہاز ٹکرانے سے قبل کیمرہ ٹیموں کو مناسب زاویوں سے کوریج کی ہدایات میں جاری کرے۔

د۔ جہاز ''اغوا'' ہونے سے ''ٹکرانے'' تک کے ڈرامہ کے دوران ائیر ٹریفک کنٹرول بے ہوش رہے، خود کار حفاظتی نظام بے بس ہو۔ ہر ہوائی اڈے پر سیکورٹی کا عملہ مکمل طور پر مفلوج ہو۔

پاکستان نے کیا پایا؟ ۱۱ ستمبر سے ۱۱ جون ۲۰۰۲ء تک ۱۰ ماہ میں ہم نے کیا پایا؟ یہ سوال ہم سے جواب مانگتا ہے تو ہم ماتھے پر ہاتھ رکھے سوچوں میں گم ہو جاتے ہیں مگر پھر کچھ سرکاری اعلانات اور پی ٹی وی پروگرام ہماری ڈھارس بندھاتے ہیں کہ ہم نے عملاً بہت کچھ پایا ہے، دوسرے جس کے لئے للچاتے رہ گئے مثلاً:۔

ا)۔ امریکہ کو اپنے چند ہوائی اڈے دینے، طالبان کے متعلق خفیہ معلومات دینے اور لاجسٹک سپورٹ دینے سے ہمیں دہشت گردی کے خلاف ''فرنٹ لائن سٹیٹ'' کا ''عالمی اعزاز'' ملا جو کسی دوسرے کے پاس نہیں ہے۔

ب)۔ امریکہ، برطانیہ، جاپان وغیرہ نے ہم پر ڈالروں کی بارش برسا دی۔ زرِمبادلہ کے ذخائر اس قدر کبھی نہ ہوئے تھے، جس قدر آج ہیں۔

ج)۔ امریکی صدر، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کو اپنا دوست قرار دیتا ہے، تعریف کرتے نہیں تھکتا۔ امریکی کانگریس بھی اپنے صدر سے پیچھے نہیں رہی۔ آج صدر پاکستان، امریکی حکومت اور عوام کی آنکھوں کے تارے ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان نے کیا کھویا؟ کچھ پانے کی فہرست کے مقابلے میں بہت کچھ کھونے کی فہرست بہت طویل ہے۔ سچی بات تو یہی ہے کہ اب مزید کھونے کے لئے جھولی میں بچا کچھ نہیں۔ قوم بے بسی کے عالم میں کسی مسیحا کی منتظر ہے مگر قوم یونس علیہ السلام کی طرح سچی توبہ کر کے عذاب ٹالنے کا شعور پیدا نہیں ہو رہا اور اس لئے کہ جنہوں نے یہ شعور بیدار کرنا ہے خود پوری طرح بیدار نہیں ہیں۔

پاکستان کی بصیرت سینہ کوبی کرتی سب سے آگے ہے کہ میں لٹ گئی، میں مؤمن کی میراث تھی۔ امریکی بش کی ایک دھمکی پر میری عصمت قربان کر دی، مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ میں نے مشکل ترین لمحات میں اسلام کے فرزندوں کی

رہنمائی کی ہے۔ اُنہیں ہر مصیبت کی گھڑی میں سُرخرو کرتی آئی ہوں مگر رات کی تاریکی میں بش کی دھمکی سنتے قیادت اس قدر حواس باختہ ہوگئی کہ میں نے جب اور جس سمت سے آگے بڑھنے کی کوشش کی مجھے دھتکار دیا گیا تا آنکہ کفر نے مجھے پامال کر ڈالا۔

بصیرت کے ''بین'' اپنی جگہ غیرت وحمیت کا رونا ہم سے دیکھا نہیں جاتا۔ حمیت تیمور کے گھر سے ہی نہیں گئی، پاکستان کے ایوانوں سے بھی نکال باہر کی گئی کہ دہشت گردی کے خلاف فرنٹ لائن سٹیٹ کہلوانے کا ''امریکی اعزاز (امریکی ایوارڈ یافتہ کی طرح) پانے کی خوشی میں ہم دوست دشمن کی تمیز یکسر فراموش کر بیٹھے، ہماری خود ساختہ حمیت وغیرت کو امریکی دہشت گردی کی ''دوستی'' پر یقین آ گیا مگر حقیقی بھائی کے اخلاص ومحبت کو ہم اس لئے نہ پہچان سکے کہ حقیقی حمیت و غیرت کا ہم گلا کاٹ چکے تھے صرف اس لئے کہ ڈالروں کی بارش متوقع تھی۔ اہل وطن اس وقت بھی خون کے آنسو روئے جب پاکستان کے محسن ایٹمی سائنسدان دشمن کی طلب پر گرفتار کر کے اس کے قدموں میں ڈال دیئے گئے۔ چشم تصور وا کیجئے! لمحہ بھر سوچئے کہ جن محبِ وطن لوگوں نے وطن عزیز کے ناقابل تسخیر دفاع کی خاطر اپنا سب کچھ نچھاور کیا تھا جب امریکی درندوں کے سامنے، اپنے بے حمیت انہیں پیش کر رہے ہوں گے تو اُن کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی۔ ان کے اندر کی ٹوٹ پھوٹ سے کون واقف ہوگا۔ کاش! اس وقت ہی غیرت کو جگہ دی جاتی۔

یہود ونصاریٰ کا منصوبہ افغانستان کی اسلامی حکومت کو تاراج کرنا، اسلامی جمہوریہ پاکستان کو مکمل طور پر مفلوج کرنا اور اس خطہ سے ابھرنے والی جہادی قوت کی کمر توڑ کر بھارت کی حوصلہ افزائی کرنا، اسے چین کے خلاف موثر قوت بنانا، پاکستان اور چین کے بڑھتے مراسم میں دراڑیں پیدا کرنا اور اس مقصد کے لئے پاکستان کے ہوائی اڈوں پر امریکی فوج کے کچھ حصے کا قیام بھی شامل تھا۔ ۱۱ ستمبر سے ۱۱ جون ۲۰۰۲ء تک لمحہ لمحہ یہود ونصاریٰ وہنود کے منصوبہ کی کامیابی پر گواہ ہے افغانستان کی اسلامی حکومت ختم ہوئی، حکومتِ پاکستان کے حقیقی خیر خواہ نابود ہونے اور اُن کی جگہ ''دوستم مارکہ دشمن'' ہمسائے بن گئے۔ مغربی بارڈر جو ہمیشہ سے محفوظ ہی نہ تھا بلکہ مضبوط پشتیبان تھا ہم نے ''بڑی محنت سے ''امریکی دوستی'' میں اس کی حیثیت بدل کر اپنی فوج وہاں متعین کی۔

کشمیر کاز پر سمجھوتہ کرتے، مجاہدین کی سرگرمیوں پر مکمل پابندی لگاتے ہماری بصیرت ہمیں یہ نہ بتا سکی کہ ہم پاکستان کے جسم سے کشمیر کا سر قلم کرنے کا سودا کر رہے ہیں۔ قوموں کی بقا کا راز Peace Through Power میں ہے مگر ہم ایسے عقلمند ہیں کہ ''امن بذریعہ پسپائی'' میں اپنی بقا ڈھونڈنے میں لگ گئے۔ ہمارے خالق نے جس کی وحدانیت اور عزت وجلال پر ہم ایمان کے دعوے کرتے نہیں تھکتے۔ ہمیں واضح طور پر جہاد کا حکم دیا۔ جہاد کے نام پر ہم شرمندہ ہونے لگے کہ ہمارے ''دوست'' بش کے نزدیک جہاد دہشت گردی ہے۔

۱۱رجون ۲۰۰۲ء کی صبح ایک حساس پاکستانی سوچ رہا ہے کہ کیا اب کھونے کو ہمارے پاس کچھ بچ رہا ہے یا ۲۷۴ دنوں میں ہم 'شعور' کے ساتھ اپنے ''امریکی دوستی'' پر سب کچھ نچھاور کر چکے ہیں؟ کسی فرد یا کسی قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ انفرادی یا اجتماعی کردار ہوتا ہے، اس کی اقدار ہوتی ہیں، حمیت و غیرت اُس کی پہچان ہوتی ہے۔

جہاں آج ہم کھڑے ہیں، اپنے قومی کردار کے کس پہلو پر ہمیں فخر ہے؟ اپنی حمیت و غیرت کے کس پیمانے پر ہمارا سر اونچا ہے؟ بجائے اِس کے کہ ہم اپنی ہٹ دھرمی، اپنی بزدلانہ پالیسیوں اور منافقت پر بارگاہِ ربّ العزت میں اشک ہائے ندامت کی نذر گزارتے، توبہ کے لئے سجدوں میں جھکتے، ہم اپنی حماقتوں پر فخر کرتے، اُسے ''اصولی موقف کی فتح'' قرار دیتے ہیں۔ یہ شرمناک ڈھٹائی کی بدترین مثال ہے۔

جب پرویز مشرف کے ذریعے افغانستان فتح کر لیا تو پاکستان فتح کرنے کے لئے بھارت کے ساتھ دفاعی معاہدے اور مشقیں، بھارت کو مضبوط و مستحکم دیکھنا، پاکستان کی طرف سے آنکھیں پھیرنا اس کا اصولی موقف ٹھہرا۔ کرہ ارض پر اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا اصولی موقف ہے۔ ہمارے مذکورہ موقف کو دلائل سے غلط ثابت کر دیں تو ممنون احسان ہوں گے۔

۱۱ر ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کے حوالے سے، قرآن حکیم سے ایک مماثلت یا محض اتفاق ہے؟ کیا یہ قرآن کی پیش گوئی ہے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے:

ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی	۱۱ تاریخ	مہینہ ستمبر ۹ واں	عمارت کی منزلیں	۱۱۰
قرآن حکیم کی سورہ توبہ	۱۱ پارہ	سورہ کا تسلسل ۹	آیت نمبر	۱۱۰

☆ ''اُن کی یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دِلوں میں کھٹکتی رہے گی۔ ہاں! مگر اُن کے دل ہی اگر فنا ہو جائیں تو خیر اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں''

عمارت کی تباہی سے ان کے ردِ عمل میں جو کچھ ہوگا اس کا ذکر متصل بعد کی آیت نمبر ۱۱۱ میں موجود ہے جو افغانستان کی صورت حال پر پُوری طرح منطبق ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

☆ ''بلاشبہ اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کی اس بات کے بدلے خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی، وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر اللہ کا وعدہ سچا ہے جو توریت و انجیل اور قرآن میں کیا گیا ہے اور اللہ سے زیادہ وعدہ کا سچا کون ہے؟ تو تم اللہ سے اس خرید و فروخت پر خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے''

کیا ورلڈ ٹریڈ سنٹر کا وقوعہ اور ردِ عمل کا قرآن کے الفاظ کے مطابق ہی ہم نے مشاہدہ نہیں کیا؟

پروفیسر خالد شبیر احمد (قسط نمبر:۵)

اکابر اسلام اور قادیانیت

رفتہ رفتہ حکیم نورالدین ریاست کشمیر کی درباری سازشوں میں بُری طرح ملوث ہوگئے اور بڑی ہوشیاری اور تندہی کے ساتھ انگریزی تسلط اور برطانوی مفاد کی نگہداشت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ راجہ امر سنگھ کے ساتھ خصوصی تعلقات قائم کر کے اسے اپنے دام فریب میں پھنسا لینے میں حکیم نورالدین پوری طرح کامیاب ہوگئے اور اُسے آمادہ کرلیا کہ وہ انگریزوں کی مدد سے اپنے بڑے بھائی مہاراجہ پرتاب سنگھ کے مقابلے میں اختیارات اپنے ہاتھ میں لے کر ریاست کے نظام پر کنٹرول حاصل کر کے کشمیر کے اندر انگریزی مفادات کی مکمل نگہداشت کا فریضہ اپنے ذمے لے۔ اس سازش میں حکیم صاحب کو کسی حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی کہ انگریزوں نے ریاستی امور کو سرانجام دینے کیلئے ایک انتظامی کونسل کے لئے مہاراجہ پرتاب سنگھ کو آمادہ کرلیا۔ جس کی صدارت اگرچہ مہاراجہ پرتاب سنگھ کے ہاتھ میں تھی۔ تاہم اختیارات رفتہ رفتہ مہاراجہ کے ہاتھ منتقل ہوتے گئے جو اس کونسل کے ایک اہم رکن تھے جس کے ذمے ریاستی امور کی ذمہ داری تھی۔ بالآخر مہاراجہ پرتاب سنگھ پر جب سازش کھلی تو انہوں نے حکیم نورالدین کو چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر ریاست سے نکل جانے کا حکم دے دیا اور یوں

''بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے''

کی مصداق کشمیر کو انہیں خیرباد کہنا پڑا۔

یہ چھوٹی سی کہانی قارئین کے سامنے اس لئے پیش کی گئی ہے کہ حکیم نورالدین جو قادیانیوں کے ہاں ایک اہم مقدس شخصیت ہے جسے قصرِ قادیانیت میں ایک اہم ستون سمجھا جاتا ہے۔ اس شخصیت کی ابتدائی زندگی کے خدوخال ابھر کر سامنے آجائیں۔ واقعات سے ثابت ہے کہ انگریزوں سے وفاداری کا جذبہ ان کے اندر ابتداء ہی سے موجود تھا۔ جس کا دور اقتدار میں یعنی قادیان کی گدی پر براجمان ہونے کے بعد اپنے عروج پر پہنچنا، ایک فطری امر تھا۔ اس کے علاوہ کشمیر کی اس درباری سیاست میں حکیم صاحب کے کردار سے یہ بات بھی واضح طور پر ابھر کر سامنے آتی ہے کہ سازشوں کے پروان چڑھانے میں انہیں قدرت نے وافر صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ جس کا اظہار حکیم نورالدین نے کشمیر کے شاہی دربار میں شاہی حکیم کی حیثیت میں بڑی کامیابی کے ساتھ کیا۔ گو انہیں بے عزت ہو کر وہاں سے نکلنا پڑا۔ تاہم انگریزوں کے ہاں ان کے احترام میں ضرور اضافہ ہوا۔ اُن پر انگریزوں کا اعتماد بڑھا۔ اور اس کے بدلے میں قادیانیوں نے انگریزی امداد حاصل

کر کے نہ جانے کتنے مفاد حاصل کئے اور آج تک کر رہے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی ہی کمائی ہے جو آج قادیانیوں کا موجودہ سربراہ مرزا طاہر لندن میں بیٹھے کھا رہے ہیں۔

مختلف حوالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حکیم نور الدین کی مرزا غلام احمد کے ساتھ پہلی ملاقات ۱۸۸۱ء میں ہوئی اور بس ملتے ہی اُن پر فدا ہو گئے۔ اس ملاقات کے بعد بہت ہی کم عرصے میں حکیم نور الدین قادیانیوں کے ہاں ایک اہم مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جس کی ایک وجہ تو ان کے علم و فضل کی دھاک، ان کے اجل حکیم ہونے کی شہرت، ان کا وہ سازشی ذہن جس کا وہ کشمیر میں ملازمت کے دوران مظاہرہ کر چکے تھے اور پھر سب سے بڑی بات ان کی مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ وفاداری کا جذبہ تھا، حکیم نور الدین بڑے انہماک کے ساتھ قادیانیت کے عقائد کے پرچار اور اس کے مفادات کے تحفظ کے لئے مصروف ہو گئے۔ کئی کتابیں بھی تحریر کیں۔ جس میں قابلِ ذکر کتاب ''فیض الکتاب'' ہے، جس میں انہوں نے عیسائیت پر تنقید و تبصرہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ کتاب مرزا غلام احمد کی فرمائش اور خواہش پر تحریر کی گئی تھی۔ رفتہ رفتہ حکیم نور الدین نے قادیانیوں کے ہاں بڑی شہرت اور عزت حاصل کر لی۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد کی موت پر قادیانیوں کی نگاہ حکیم نور الدین کے علاوہ کسی اور پر نہیں پڑی اور متفقہ طور پر انہیں قادیانیوں کا سربراہ منتخب کر لیا گیا۔ حکیم نور الدین ۱۳ر مارچ ۱۹۱۴ء تک یعنی اپنی موت تک اسی منصب پر فائز رہے۔ اس دوران زیادہ تر حکیم نور الدین قادیان ہی میں مقیم رہے۔ اور احمدی عقائد کی نشر و اشاعت انگریزوں کی اطاعت و فرمانبرداری اور یہودیوں ساتھ گہرے رابطے قائم کرنے کے فرائض کو انتہائی دیانت داری اور محنت کے ساتھ سر انجام دیا۔

قادیانیوں میں پھوٹ : حکیم نور الدین کی وفات سے تقریباً تین برس پہلے قادیانیوں کے درمیان اختلافات کے آثار نمودار ہوئے۔ قادیانی حضرات کا وہ گروہ جو اپنی علمی ذہانت کی وجہ سے تقریباً پورے ملک کے اندر متعارف تھا رفتہ رفتہ مرزا بشیر الدین محمود کے مزاج سے اس کی اخلاقی پستی اور تمام مسلمانوں کے خلاف انتہائی سخت مؤقف سے مطمئن نہیں تھا۔ اور در پردہ بشیر الدین محمود پر تنقید کرتا رہتا تھا۔ حکیم نور الدین ایک ماہر نفسیات کی حیثیت سے اس آویزش کو دیکھ رہا تھا اس نے مرزا بشیر الدین کی حمایت اور اس کے مخالف گروہ کی مخالفت کرنا شروع کر دی حکیم نور الدین بڑی اچھی طرح اس بات کو جانتا تھا کہ قادیانیوں کی اکثریت کی وفاداریاں مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے کے ساتھ ہیں جو مرزائے قادیان کا بڑا چہیتا ہے اور جیسے مرزا غلام احمد نے خود اپنی حمایت کے ساتھ قادیانی گروہ میں وہ مقام دلایا ہے جس مقام کو حاصل کرنے کے بعد وہ آنے والے دور میں قادیانیوں کی سربراہی کا فریضہ احسن طور پر سر انجام دے سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حکیم نور الدین کی قیادت قائم ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ اس نے مرزا بشیر الدین کی حمایت میں اس واقعے پر بڑی خوبصورتی سے پردہ ڈال دیا کہ جس میں مرزا بشیر الدین پر کسی قانون کے ساتھ زنا کے ارتکاب کا الزام لگایا گیا تھا۔ اتنا سنگین معاملہ اس خوبصورتی سے دبا دیا گیا کہ دیکھنے اور سننے والے حیران و ششدر رہ گئے۔ حکیم نور الدین کے اس کردار سے مرزا بشیر الدین

اور اس کے خاندان مقتدر افراد تو حکیم نورالدین کے اور قریب ہو گئے لیکن صدر انجمن احمدیہ جس کے ہاتھ میں قادیانی گروہ کے تمام انتظامی امور کو سرانجام دینے کی ذمہ داری تھی وہ مرزا بشیر الدین محمود کے ساتھ ساتھ حکیم نورالدین کے بھی خلاف ہو گئے۔ اور اس طرح قادیانی گروہ مستقل بنیادوں میں مزید دو گروہوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا۔ ایک طرف حکیم نورالدین مرزا بشیر الدین محمود اور اس کے خاندان کے مقتدر افراد اور دوسری جانب خواجہ کمال الدین، مرزا یعقوب بیگ، مولوی صدرالدین اور ڈاکٹر محمد حسین بڑے معروف ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں جب حکیم نورالدین کی موت واقع ہوئی یہی اختلاف مزید اُبھر کر سامنے آیا۔ ایک پارٹی نے مرزا بشیر الدین کے ہاتھ پر دست تعاون رکھ دیا تو دوسرے گروہ نے انسے قادیانیوں کا سربراہ ماننے سے انکار کر دیا۔ اور اس کی جگہ مولوی محمد علی ایم۔ اے (ایڈیٹر "ریویو آف ریلیجیس" کو اپنا سربراہ بنایا اور یوں قادیانی گروہ مستقل طور پر علیحدہ علیحدہ دھڑوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا۔ محمد علی ایم۔ اے نے چونکہ اپنے تمام دفاتر اور ادارے قادیان سے لاہور منتقل کر لئے اور قادیان کی جگہ انہوں نے لاہور کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنالیا اس لئے یہ گروہ "لاہوری" پارٹی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ جبکہ مرزا بشیر الدین نے قادیان کو ہی اپنی جماعت کا مرکز قرار دیا اس لئے دوسرا گروہ" قادیانی گروہ" کے نام سے منسوب ہو گیا۔

قادیانیوں کے لاہوری گروہ نے تمام مسلمانوں میں اپنے لئے مقام حاصل کرنے اور قادیانی کی مخالفت کرنے کے لئے اگرچہ کئی ایسے کام کئے جو بظاہر نہ صرف قادیانیوں کے ضمیر اور مرزا غلام احمد کے موقف اور مشن کے خلاف تھے تاہم یہ گروہ مسلمانوں میں اپنا مقام حاصل کرنے میں انتہائی ناکام رہا۔ ذیل میں ایسے امور کی نشاندہی کی جاتی ہے جنہیں لاہوری گروہ نے اپنے عقائد اور اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور جس کے لئے انہوں نے اپنے تبلیغی امور کو مخصوص کر لیا تھا۔

۱)۔ مرزا غلام احمد نبی نہیں بلکہ مصلح موعود ہیں۔

۲)۔ تمام مسلمان جو ان کی اس حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے کافر نہیں ہیں۔

۳)۔ مرزا غلام احمد نے دعوۂ نبوت نہیں کیا اس لئے ن ہی تو وہ کافر ہیں اور نہ ہی انہیں کسی حیثیت میں بھی تسلیم کرنے والے ہی کافر ہیں۔

۴)۔ مرزا بشیر الدین کے اس مذہبی عقیدے کو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہے اور جو شخص بھی اس کی بیعت کی دس شرائط کو تسلیم نہیں کرتا وہ کافر ہے۔

بہر حال یہ اختلاف ان کے گھر کا اختلاف ہے جس سے ہم مسلمانوں کا نہ تو سرے سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی سروکار، ہماری تحقیق کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوہ نبوت مسلمہ امر ہے جو دین اسلام کی بنیادی تعلیمات کی روشنی میں اسے دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے لئے کافی سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ مرزا غلام احمد کی تحریروں سے عظمت انبیاء جیسے اہم بنیادی عقیدۂ اسلام کے خلاف بغاوت ثابت ہے خداوند تعالیٰ، حضور اکرم ﷺ کی توہین، انبیاء اور صحابہ

کرامؓ کی توہین وتذلیل کا ارتکاب اس کے کفر کے لئے کافی ہے۔ اگر مرزا غلام احمد دعوۂ نبوت نہ بھی کرے تو بھی ایسی خلافِ اسلام تحریر ہوان کے کفر کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے ایک شخص جو سرے سے ہی مرتد اور کافر ہوگیا۔ مسلمانوں کیلئے مصلح موعود اور مجدد کیسے ہوسکتا ہے؟ اب جو بھی مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان کہتے ہوئے نبی یا مصلح مانتا ہے اس کا نہ ہی تو مسلمانوں سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی اسلام سے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قادیانیوں کے لاہوری گروہ نے ''ٹریپولی'' اور ''بلقان'' کی جنگوں میں ہندوستانی مسلمانوں کے اضطراب اور بے چینی کو محسوس کرتے ہوئے ان کی حمایت حاصل کرنے کے لئے برطانوی حکومت کے خلاف اجتماع میں حصہ لیا اور ترکی کی حمایت میں صدرالدین، خواجہ کمال الدین، مرزا یعقوب بیگ نے اخباری بیانات اور مضامین بھی لکھے تو مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے میں تو بری طرح ناکام ہوگئے لیکن دوسری طرف لاہوری گروہ کا رویہ چونکہ قادیانی گروہ کی برطانیہ نواز حکمت عملیوں کے صریحاً خلاف تھا اس لئے ان کی نگاہ میں لاہوری گروہ، مردود و مرتاب ہوگیا، جیسا کہ قادیانیوں نے ۱۹۱۹ء میں باقاعدہ لاہوری جماعت پر فرد جرم عائد کرتے ہوئے انہیں مرتد اور واجب القتل قرار دیا تھا۔ جس کے بعد یہ دونوں گروہ آج تک ایک دوسرے کے قریب نہ ہوسکے۔ اس سارے قصے میں ہماری دلچسپی تو فقط اس قدر ہے کہ یہ کیسا پیغمبر ہے؟ کہ جس کے ماننے والے اس بات کا ہی فیصلہ نہیں کرسکے کہ اس کا دعویٰ کیا تھا۔ پھر مسلمانوں سے وہ کیا توقع رکھ سکتے ہیں؟ کہ ان کی باتوں پر توجہ دیکر انہیں غور سے سنیں ،جبکہ ان کا یہ اختلاف ہی مرزا غلام احمد کے جھوٹے ہونے پر بطور دلیل کافی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ تو ان کے لئے ہے جن کے نصیب میں نجات اُخروی لکھ دی گئی ہو اور جو اللہ کے ہاں ازلی اور ابدی ذلت کے مرتکب نہ ہو چکے ہوں۔

حکیم نورالدین کے یہودیوں سے رابطے : کتاب کے پہلے باب میں یہ بات وضاحت کیساتھ بیان کردی گئی ہے کہ قادیانی تحریک ایک سیاسی تحریک ہے جو مذہب کے لبادے میں انگریزی استعماری ایما اور امداد سے برپا کی گئی اس گروہ کی بنیادی غرض و غایت انگریزی سامراج کی ضرورتوں کو پورا کرنا تھا۔ دنیائے اسلام میں تفرقہ ڈال کے ان کے ملی تشخص کو مجروح کرنے کے علاوہ ترکی عثمانی ریاست ختم کرکے اس کی جگہ دنیا میں یہودیوں کی سیاسی حیثیت کو مستحکم کرنے کے لئے فلسطین کے اندر یہودی ریاست کا قیام بھی سامراجی ضرورت تھی۔ جسے پورا کرنے کے لئے قادیانی کردار بالکل واضح ہے۔ اس حقیقت کے پس منظر کو مزید اُجاگر کرنے کیلئے ''قادیانیوں سے اسرائیل تک'' مصنف ابو مدثرہ کا ایک اہم اقتباس پیش خدمت ہے

☆ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸ پر مصنف کتاب تحریر کرتے ہیں:

''مرزا غلام احمد کی تحریک کی ابتداء اسے کے مزاج اور اس کی حقیقی غرض و غایت سے شناسائی حاصل کرنے کیلئے ہمیں ایک تو برطانوی سامراج کی سیاسی پالیسی پر نظر رکھنی ہوگی، دوسرے یہودی تحریک قومیت۔ صیہونیت ۱۸۹۷ء کے رہنماؤں اور انگریزوں کے بڑھتے ہوئے روابط کا جائزہ لینا ہوگا۔ اس پس منظر میں قادیانی تحریک کے کردار کا مطالعہ کرتے

سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی سول سروس کے یہودی افسر اس تحریک کی کامیابی کے لئے ہر سطح پر کوشاں تھے ، دراصل وہ ہر ایسی تحریک کے قیام اور اس کی سرپرستی کے لئے بیتاب تھے جو برطانوی سامراج کے وسیع پسندانہ اغراض اور صیہونیت کے سیاسی عزائم کے دوہرے مقصد کو پورا کرنے کا اہل تھا۔ ان دونوں طاقتوں کا بڑا نشانہ ترکی کی عظیم سلطنت تھی جس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہی علاقائی توسیع پسندی اور فلسطین میں یہودی ریاست کے خواب کو پورا کیا جا سکتا تھا۔

یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ انیسویں صدی کے وسط میں ''رسل اوتھ بل پاس ہونے کے بعد یہودی برطانیہ کی سیاست پر چھائے جا رہے تھے اور سول سروس میں اعلیٰ عہدے حاصل کرنے برطانوی نو آبادیات میں قدم جما رہے تھے۔ جدید سیاسی افکار نے یہودی اور عیسائی مذہبی امتیازات کو ختم کر دیا تھا۔ ۱۸۵۸ء سے ۱۹۰۲ء تک برطانیہ کے تین وزیر اعظم سالسبری ، گلیڈ ن سٹون ، اور روز میری میں سے اوّل الذکر یہودی تھا اور دوسرے دو یہود نوازی اور ترک دشمنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ تحریک صیہونیت (۱۸۹۷ء) کی بنیاد دکھ کر تھیوڈر مرزل نے جب عثمانی حکومت کے قبضے سے فلسطین کو آزاد کرانے کا اعلان کیا تو برطانیہ نے صیہونی لیڈروں سے مضبوط روابط قائم کر لئے اور ایک مشترکہ لائحہ عمل مرتب کرنے کیلئے مذاکرات کا آغاز کیا۔ یہودی ریاست کے سوال پر برطانوی سیکرٹری نو آبادیات جوزف چیمرلین اور ہرزل کی طویل ملاقاتیں ہوئیں۔ جس کے نتیجہ میں برطانیہ نے یوگنڈا میں یہودی ریاست کی تشکیل کی تجویز پیش کی لیکن یہودی برادری نے اسے مسترد کر دیا (انسائیکلو برٹینیکا ریوزنزم) ۱۹۰۲ء میں دنیا کے تمام ممالک میں یہودیوں نے صیہونیت کے پروگرام کے مطابق یہودی ریاست کے قیام کے لئے وسائل کو بروئے کار لانے کی جدوجہد کو تیز کر دیا۔ اس کی بڑی وجہ برطانیہ میں آرتھر جے بالفور کا وزیر اعظم کے عہدے پر فائز ہونا تھا۔ بالفور سابق وزیر اعظم برطانیہ سالسبری کا بھتیجا تھا۔ اور اس کی لبرل یونیٹ وزارت (۱۸۸۶ء تا ۱۸۲۹ء) میں چیف سیکرٹری کے عہدہ پر فائز رہ چکا تھا۔ یہ وہی بدنام زمانہ یہودی ہے جو'' اعلان بالفور'' (۱۹۱۷ء) کا مجوّز تھا۔ اپنے دورِ وزارت (۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۵ء) اس نے صیہونیت کے فروغ کے لئے زبردست تحریک چلائی اور دنیا کی تمام صیہونیت نواز تحریکوں کی بھرپور مدد کی۔ ۱۹۰۵ء میں سر بیز مان وزیر اعظم برطانیہ بنا۔ فارن سیکرٹری سر ایڈورڈ گرے اس کا معتمد تھا۔ انہوں نے اپنے پیشروؤں کی ترک دشمن حکمت عملی پر پورا پورا عمل کیا۔ اس کے عہد میں ہندوستان کے وائسرائے لارڈ کرزن (۱۸۹۹ء تا ۱۹۰۶ء) ہندوستان کو بیس بنا کر مشرق وسطیٰ میں سامراجی سازشوں کی تکمیل میں سرگرم رہے۔ یہ تاریخی حقیقت بھی منظر عام پر آ چکی ہے۔ کہ یہود کے سیاسی مفادات کے تحفظ کے لئے ہندوستان کی سول سروس کے بعض یہودی افسر بھی سرگرم عمل تھے جو ''اینگلو اسرائیلی ایسوسی ایشن'' لندن کے اراکین تھے اور مختلف فوجی اور انتظامی عہدوں پر فائز تھے جن پر فوج کے جنرل اور گورنر تک کے عہدے شامل تھے یہ لوگ صیہونیت کے عمومی مقصد کی تکمیل میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ (سوشولر جیکل ریویو لندن مارچ ۱۹۶۸ء۔ مقالہ از جے ولسن'')

اس تحریر کی روشنی میں مسلمانوں پر یہ بات واضح ہو جاتی ہ کہ ترکی کی عثمانی ریاست کا قیام یہودی اور عیسائی

طاقتوں کی نظر میں کس طرح کھٹک رہا تھا وہ اس ریاست کو تمام دنیا کے مسلمانوں کا مرکز تصور کرتے ہوئے اسے تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ تاکہ صیہونی ریاست کے قیام کو ممکن بنایا جاسکے۔ برطانیہ کی طرف سے یوگنڈہ میں یہودی ریاست کی تشکیل کی تجویز کو یہودیوں نے محض اس لئے مسترد کر دیا تھا کہ ان کی نگاہیں فلسطین پر جمی تھیں وہ فلسطین کو اپنا وطن گردانتے تھے اور دوبارہ فلسطین میں ہی اسرائیلی ریاست قائم کرنا چاہتے تھے۔ فلسطین میں یہودی ریاست کا قیام اور ترکی کی سلطنت عثمانیہ کا اختتام اس وقت کے حالات میں دشمنانِ اسلام کے اولین مقاصد تھے جسے وہ ہر حال میں حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے قادیانی کتنے متحرک اور فعال تھے اس کا اندازہ لگانے کے لئے ذیل میں چند حقائق نذر قارئین ہیں۔

حکیم نورالدین نے تو اپنے دورِ اقتدار میں یہودیوں کے ان مقاصد کو آگے بڑھایا ہے اصلی کام کا آغاز تو خود مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے دور سے ہی ہو چکا تھا۔ ہندوستان میں قادیان مرزا غلام احمد کی خلافِ اسلام اور خلافِ ترک سلطنت سرگرمیوں کی وجہ سے تخریب کاری اور سازشوں کا مرکز بن چکا تھا۔ جہاں سے پورے بلادِ اسلامیہ کے اندر انگریزوں کی اطاعت، سلطنت عثمانیہ کی مخالفت اور جہاد کی مذمت میں لٹریچر بھیجا جاتا تھا۔ مرزا غلام احمد نے سوڈان میں ہندی سوڈانی کی مخالفت کے لئے غلام نبی قادیانی کی سربراہی میں ایک مشن مصر بھیجا، اسی طرح عراق میں ترکی حکومت کے خلاف ایک عرب قادیانی جس کا نام عبداللہ تھا مامور کیا گیا۔ اسی طرح وسط ایشیاء زاریوس کے خلاف برطانوی جاسوس کیلئے کئی مشن روانہ کیے گئے۔ جن میں مولوی قطب الدین قادیانی، میاں جمال الدین قادیانی اور مرزا خدا بخش قادیانی اچھے خاصے معروف نام ہیں۔ افغانستان ایک مدت تک قادیانی جاسوسوں کی زد میں رہا۔ مولوی عبداللطیف قادیانی اس ضمن میں ایک نمایاں نام ہے جسے اس وقت کے حکومتِ افغانستان نے اس کے مرتد ہونے کی بنا پر سنگسار کر دیا تھا۔ ترکی کی حکومت مسلمانوں کے اتحاد ملی کا نشان بن چکی تھی۔ مرزا غلام احمد کی تنقید اور مذمت کا خصوصی نشانہ بنی رہی۔ مرزا غلام احمد بڑے تسلسل کے ساتھ ترکی کی تباہی اپنے الہاموں اور پیش گوئیوں میں بیان کرتے رہے۔

۱۸۹۷ء میں جب ترک قونصل کراچی سے لاہور آئے تو مسلمانوں نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ لاہور کی قادیانی جماعت کی طرف سے مرزا غلام احمد کی طرف سے ترک قونصل کو ملاقات کی دعوت دی گئی۔ مسلمان ذرا مطمئن ہوئے کہ شاید خلافت عثمانیہ کے نمائندہ سے مرزا کی ملاقات سے مرزا غلام احمد کی ترک مخالف سرگرمیوں میں کچھ کمی آجائے گی لیکن مرزا صاحب نے اپنی ملاقات میں انگریزوں اور یہودیوں کی حمائت اور ترکوں کی مخالفت کا اعادہ کیا تو ترک قونصل ناراض ہوکر واپس چلے گئے۔ اُسے یقین ہوگیا کہ یہ شخص جو اپنے آپ کو مذہبی رہنما کہتا ہے درحقیقت انگریزوں کا ایجنٹ اور گماشتہ ہے۔ جو اپنے قول اور فعل سے اپنے آپ کو مسلمانوں کا ازلی وابدی دشمن ثابت کر چکا ہے۔ مذاکرات ختم ہونے پر مسلمانوں کو ان مذاکرات کے نتائج کے بارے میں فطری طور پر تجسس تھا۔ چنانچہ لاہور کے ایک اخبار ''ناظم الہند'' نے

لاہور سے ترکی قونصل کے ساتھ رابطہ قائم کر کے مرزا صاحب سے ان کی ملاقات کے بارے میں جب استفسار کیا تو انہوں نے صاف صاف الفاظ میں مرزائے قادیانی کی مذمت کی اور کہا کہ یہ شخص فریب کاری کا مجسمہ ہے۔ جس کی رگ رگ میں اسلام کی مخالفت اور مسلمانوں کی دشمنی کا جذبہ موجزن ہے اس سے زیادہ کچھ کہنا کارِفضول ہے۔ چنانچہ ترکی قونصل کا یہ خط جب اخبار میں چھپا تو مسلمان اس پر سیخ پا ہو گئے اور انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی بڑی شدت کے ساتھ مذمت کر کے اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا۔ اس واقعہ کے فوراً بعد مرزا صاحب ایک اشتہار کے ذریعے اپنے خیالات کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گزاری کے لائق گورنمنٹ انگریز ہے جس کے زیر سایہ امن سے یہ آسمانی کارروائی کر رہا ہوں۔ ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور شامتِ اعمال بھگت رہی ہے۔ اور یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اس کے زیر سایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔ میں نے صاف کہہ دیا ہے کہ سلطان کی سلطنت کی حالت ٹھیک نہیں اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ اس کا انجام اچھا نہیں۔ یہی وہ باتیں تھیں جو سفیر مذکورہ کو اپنی بدقسمتی سے بری معلوم ہوئیں ہیں (تبلیغ رسالت جلد ہشتم، مؤلفہ میر قاسم علی قادیان)

مرزا غلام احمد کی ترک دشمنی ان کی وفات ۱۹۰۸ء تک جاری رہی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں کسی قسم کی کمی کی بجائے بلا کی شدت ہی پیدا ہوگئی۔ ہندوستان کے مسلمان جو دل و جان سے ترکی کی سلطنت عثمانیہ کے ساتھ تھے مرزا کی اس حکمت عملی کو بخوبی سمجھتے تھے اور مرزا کی اس برطانیہ نواز ترک دشمن حکمت عملیوں پر کڑی تنقید بھی کرتے تھے۔ چنانچہ جہلم سے شائع ہونے والے مسلمان اخبار ''سراج الاخبار'' نے اپنے خصوصی مقالے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا:

''مرزائے قادیان کے جھوٹے دعوے اور انبیاء علیہم السلام کی نسبت کی توہین آمیز تحریریں اور مدت سے مسلمانوں کی سخت دل آزاری کا باعث ہو رہی تھیں مگر اب کی مرتبہ ۲۴ مئی کو ایک اشتہار ''حسین کامی سفیر سلطان روم'' کے عنوان سے شائع کیا ہے اس سے تو ہندوستان کے ہر طبقے کے مسلمانوں کو انتہائی قلق ہوا ہے۔ اس اعلان سے صریحاً ثابت ہو گیا ہے کہ یہ شخص صرف علمائے امت ہی کا دشمن نہیں بلکہ ملت اسلام اور روئے زمین کے مسلمانوں کا جانی دشمن ہے او جس طرح انگلستان میں گلیڈسٹون اسلام اور ترکی سلطنت کا مخالف ہے اسی طرح ہندوستان میں یہ شخص اسلام اور اہل اسلام کا دشمن ہے حیف ہے کہ وہ خلیفۃ المسلمین جو روئے زمین کے مسلمانوں کا واجب الاحترام مقتدیٰ ہے اور جو حرمین شریفین کا محافظ ہے اس کی نسبت گلیڈسٹون کا یہ بے باک مقلد ایسی ہی دریدہ دہنی کرتا ہے۔

اخبار بین طبقہ جانتا ہے کہ مرزا قادیان نے جو کچھ لکھا ہے یہ وہی ہے جو گلیڈسٹون اور اس کے یورپین پیرو، ترکی سلطنت کی نسبت لگا کرتے ہیں۔ قادیان کے اس قول سے کہ میں نے سفیر کو یہ بھی کہہ دیا ہے کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ

جومسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا الہام کرنے والا خدا بھی صرف مسلمانوں کا ہی دشمن ہے ان کے خون کا پیاسا ہے اور جو لوگ دین اسلام کے دشمن اور اس کے رسول پاک ﷺ کی توہین کرتے ہیں ان سے خوش ہے اور اپنی دنیا میں قادیانی اور اس کے گروہ کے ساتھ باقی رکھنے کے لئے منتخب کیا ہے۔ (مولانا ابوقاسم دلاوری ''رئیس قادیان'')

مرزا غلام احمد عمر بھر اسلامی ممالک کے خلاف زہر اگلتے رہے اور برطانوی استبداد کی معاونت کر کے اُس کی عظمت کا ڈھنڈورا پیٹتے رہے کبھی اپنے آپ کو انگریزی سامراج کا تعویز کہتے اور کبھی یہ بھی کہتے کہ خدا انگریزوں کے ساتھ بڑا خوش ہے اور ان مسلمانوں کے ساتھ ناراض ہے جو انگریزوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کی انگریز نوازی اور مسلم دشمنی کا سلسلہ اس کی موت تک جاری رہا۔ ۱۹۰۷ء میں یعنی اپنی موت سے صرف ایک برس پہلے انہوں نے اپنی قوم یعنی قادیانیوں کے لئے ایک نصیحت نامہ شائع کیا۔ جو قادیانیوں کے لئے نصیحت کے ساتھ ساتھ قادیانی جذبات کا منہ بولتا ثبوت بھی ہے جو مرزا اسلامی ممالک کے بارے میں رکھتے تھے۔ اس تحریر سے ایک تقابل بھی اُبھر کر سامنے آتا ہے جو قادیانی سربراہ کے ذہن میں موجود تھا اور اس تقابل سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں قادیانی یہودیوں اور انگریزوں کے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں اور کیوں؟ نصیحت نامہ ملاحظہ فرمائیں۔

(جاری ہے)

زیر سرپرستی
پیر طریقت حضرت
سید نفیس الحسینی
دامت برکاتہم

مکتبہ ختم نبوت کا قیام

رابطہ: قاری عمر حیات/ قاری ابوبکر شجاع آبادی (فون: 042-5862404)

جس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جملہ مطبوعات سمیت مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام، مشائخ عظام کی ردّ قادیانیت پر مشتمل تصنیفات نیز قرآن پاک معرا، مترجم، تفاسیر، کتب حدیث و تراجم، اسلامی، عربی، اردو کتب..... بازار سے بارعایت دستیاب ہیں۔

دینی مدارس اور طلبہ کیلئے خصوصی رعایت

38۔ غزنی سٹریٹ، اردو بازار۔ لاہور

قادیانی انگریزوں کے مفادات کی حفاظت کر کے ہی اپنا وجود باقی رکھ سکتے تھے

مرزا غلام احمد نے جہاد کو منسوخ کر دیا تھا۔

(تبصرہ: بی بی سی)

لندن، ۹ جون (بی بی سی) گزشتہ رات خبروں کے بعد بی بی سی نے پاکستان کے مرزائیوں کے بارے میں ایک خصوصی پروگرام نشر کیا۔ بی بی سی کے تبصرہ نگار نے بتایا کہ پاکستان میں اس فرقہ کے خلاف تحریک جاری ہے اور علماء کا مطالبہ ہے کہ قادیانیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے انہیں کلیدی آسامیوں سے الگ کیا جائے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

تبصرہ نگار کے مطابق مشرقی پنجاب (بھارت) کے ایک قصبہ قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا جس سے ہندوستان کے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوگیا۔ مسلمانوں کا موقف یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا، اس وقت وہاں پر برطانوی حکومت قائم تھی جس کے تحت ہر فرقہ کو اپنے عقائد کی تبلیغ کی پوری آزادی تھی۔ مرزا غلام احمد نے نبی ہونے کے علاوہ بھارت میں جہاد کو منسوخ قرار دے دیا تھا، چنانچہ انگریزوں کے مفاد کی بروقت حمایت کے سبب اس فرقہ کو گزند نہ پہنچا۔

جب برصغیر کی تقسیم ہوئی اور پاکستان بنا تو اس فرقے کا مرکز قادیان ہی میں رہا مگر پاکستان میں اس نے ایک نیا شہر آباد کیا اور پاکستان کے مسلمانوں نے اس پر احتجاج کیا اور خواجہ ناظم الدین (سابق وزیراعظم) کے دور میں وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان کی برطرفی کا مطالبہ کیا۔ یہ ایک تحریک کی شکل اختیار کر گیا اور ۱۹۵۳ء میں اس نے سنگین صورت اختیار کر لی۔ حکومت نے ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کیا جس نے قادیانیوں کے خلاف ۱۹۵۳ء کی تحریک پر مفصل دستاویز تیار کی اس کے بعد حالات قدرے روبہ اعتدال آتے رہے لیکن اب ربوہ ریلوے اسٹیشن کے واقعہ سے پورے ملک میں پھر تحریک پیدا ہوگئی ہے اور آج بھی پاکستان کے تمام علماء متفقہ طور پر مطالبہ کر رہے ہیں کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے الگ کیا جائے۔ وزیراعظم بھٹو نے ملک کو جو آئین دیا ہے اس میں ملک کے صدر اور وزیراعظم کے لئے مسلمان ہونا لازمی شرط قرار دیا ہے۔ تاہم اس آئین میں ایسی کوئی بات نہیں جس میں کسی اقلیت کا کلیدی آسامیوں پر تعینات کرنے کی ممانعت ہو۔

(روزنامہ "نوائے وقت"، ۱۰/ جون ۱۹۷۴ء)

مولانا محمد مغیرہ (پانچویں و آخری قسط)

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی

(اس سلسلے کی چوتھی قسط اپریل میں شائع ہوئی تھی)

قارئین! ہمارے محترم آزاد خیال گروپ کے محمد الفضا د صاحب چودہ صدیوں کے علماء، محدثین، مفسرین کے اقوال وفرامین سے الرجک ہیں اور قرآن وحدیث فہمی میں وہ اپنے آپ کو خود کفیل اور اپنے آپ کو بااعتماد ویقین کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث فہمی میں ان کو چودہ صدیوں کے علماء، محدثین ومفسرین کی قطعاً ضرورت نہیں اور ہر جگہ فرماتے ہیں کہ بزرگوں کے اقوال قرآن وسنت کے مقابلہ میں قابل حجت نہیں۔ یہ الفاظ اتنے خوش نما ہیں کہ ہم بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ مگر ہم حیران رہ گئے جب محترم محمد الفضا د صاحب نے حدیث بخاری کے مقابلہ میں اپنی اختراعی تقریر جوان کی خواہش نفس کے عین مطابق ہے، جھاڑ دی۔ جو شخص بار بار یہ کہتا چلا آ رہا ہے اور نا معلوم کب تک کہتا چلا جائے گا کہ قرآن وحدیث کے مقابلہ میں بزرگوں کے اقوال قابل حجت نہیں وہ اپنی بات کتنی جرأت اور ڈھٹائی کے ساتھ پیش کر رہا ہے۔

قارئین محترم! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: **ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة**

''میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے'' (بخاری، ج ا، ص ۱۵۹، ۲۵۳)

اس حدیث کے الفاظ اور ترجمہ اس قدر واضح ہے کہ اس کو سوائے ماننے کے کسی قسم کی حیل حجت سوائے سُوئے فہمی کے اور کچھ نہیں۔ لیکن محترم محمد الفضا د صاحب یوں رقم طراز ہیں کہ

اوّل) ''اس سے مراد حقیقی جنت نہیں ہے، کیونکہ اوّل حقیقی جنت آسمانوں کے اوپر ہے پھر جنت الفردوس اس کی سب منزلوں سے بلند ہے۔ اس کے اوپر اگر کچھ ہے تو فوقہ عرش الرحمٰن اس سے اوپر اللہ کا عرش ہے، بس''

دوم) ''جنت میں کسی کو جسمانی تکلیف نہیں پہنچے گی جبکہ **روضہ من ریاض الجنة** میں رہتے ہوئے حضور (ﷺ) کئی دفعہ زخمی ہوئے''......الخ

سوم) ''جنت میں کوئی ذہنی پریشانی نہیں ہوتی جبکہ روضہ من ریاض الجنة میں رہتے ہوئے آپ کو کئی دفعہ منافقین کی سازشوں سے ذہنی اذیت پہنچی''......الخ (ماہنامہ ''نغمۂ توحید'' فروری ۲۰۰۱ء ص ۳۹)

قارئین محترم! یہ ہیں محمد الفضا د صاحب، کہ اللہ کے رسول و نبی ﷺ فرمائیں: **ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة** مگر آں محترم لفظی ہیر پھیر سے باور کرا رہے ہیں کہ حقیقی جنت نہیں ہے۔ اگر آپ کے بقول

حقیقی جنت نہیں تو صاف کیوں نہیں کہتے کہ جنت ہی نہیں۔ (معاذ اللہ) آخر کب تک چھپتے رہو گے؟ آپ کے ہاں جو نئی تحقیق ہے، اس کو منظر عام پر لائیں، حق گوئی کا فریضہ انجام دیں مگر اس بات کا آپ کو خیال رہنا چاہیے کہ جس ذات اقدس ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ **ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة** نکلے ہیں۔ ان کو بھی یقیناً علم تھا کہ جنت حقیقی آسمانوں کے اوپر ہے۔ آپ کی نئی تحقیق نہیں اس کے باوجود آپ ﷺ تو فرمائیں ''جنت کے باغوں میں سے باغ ہے''، مگر جناب الفصا دصاحب حقیقی غیر حقیقی کے چکر چلائیں ہمیں نہیں سمجھ آسکی کہ انکار کرنا کیسے ہوتا ہے؟ اور پھر یہ کہ حدیث کے مقابلہ میں آپ کی بات جو محض خواہش نفس پر مبنی ہے، آخر کیوں مانیں؟ جبکہ آپ کی ذاتی حالت تو یہ ہے کہ چودہ صدیوں کے علماء، محدثین و مفسرین کے فرامین کو آپ قرآن و حدیث کا مقابل گردان کر ماننے کیلئے تیار نہیں جبکہ حدیث کے مقابلہ میں آپ اپنی بات منوانا چاہتے ہیں، آپ کون ہیں، آپ کی کیا حیثیت ہے، کیا پوزیشن ہے، آپ سابقہ محدثین سے حدیث فہمی میں زیادہ حدیث فہمی کا ملکہ رکھتے ہیں؟ اگر حدیث کے مقابلہ میں آپ کی تخیلاتی رائے کو ماننا ہے جبکہ آپ کی حدیث فہمی میں کوئی حیثیت ہی نہیں تو پھر بہتر ہے کہ ایسے شخص کی اس حدیث پر شرح تسلیم کی جائے جس کا حدیث فہمی میں ایک مقام ہے اور اس کا ایک عالم معترف ہے، جس کا اسم گرامی علامہ محمد انور شاہ کاشمیری (رحمتہ اللہ علیہ) ہے۔ وہ یوں رقم طراز ہیں: ''اس ارشاد نبوی کی شرح سب سے زیادہ صحیح میرے ہاں یہ ہے کہ یہ زمین کا ٹکڑا جنت ہی سے آیا ہے پھر جنت کی طرف اٹھایا جائے گا، اس لئے یہ حقیقی طور پر جنت کا باغ ہے''۔ (فیض الباری بحوالہ رحمت کائنات)

نیز ایسے ہی بخاری شریف جلد اوّل، ص ۱۵۹ پر اس حدیث کے حاشیہ پر صاحب حاشیہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

فی اللمعات قال اهل التحقیق ان الكلام محمول علی الحقیقة بان ینقل هذا لمكان الی الجنة الفردوس

''اہل تحقیق (علماء) نے کہا ہے کہ بے شک (یہ کلام) حقیقت پر محمول ہے اور یہ جگہ جنت الفردوس میں منتقل کردی جائے گی''

اس کے بعد لکھتے ہیں: **قال العینی وحمل كثیر من العلماء الحدیث علی ظاهره فقالوا ینقل ذالک الموضع بعینه الجنة**

''(علامہ) عینی کہتے ہیں کہ اکثر علماء حدیث نے (اس حدیث کو) ظاہر پر محمول کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ جگہ بعینہ جنت میں منتقل کردی جائے گی''

قارئین! کیا عجیب بات ہے، معلوم ہوتا ہے کہ محمد الفصا دصاحب نے جو موقف اختیار کیا ہے کہ حضور ﷺ کا روضہ حقیقی جنت نہیں، اس پر کچھ پڑھنے سننے کیلئے تیار ہی نہیں۔ تخیلاتی دلائل کے باوجود ایک دور سے کوڑی لائے ہیں، اس پر لہ روضہ رسول جنت نہیں۔ یوں رقم طراز ہیں۔ ''**روضة من ریاض الجنة**'' سے مراد حقیقی جنت اس لئے بھی نہیں کہ

جنت میں مشرک کا داخلہ ممکن نہیں............ مسجد نبوی کی جگہ پر مسجد کی تعمیر سے کچھ عرصہ پہلے مشرکین کا قبرستان تھا اور اگر مسجد نبوی کو حقیقی جنت مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مشرکین بھی جنت میں ہیں''۔ (نغمہ توحید، فروری ۲۰۰۱ء ص ۳۹)

جناب محترم محمد الفھاد صاحب! دعویٰ تو قرآن وسنت کا ہے۔ آپ کو چاہیے تھا کہ اپنے اس مؤقف پر قرآن کی کوئی آیت یا احادیث کے ذخیرہ سے کوئی حدیث لاتے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا روضہ جنت حقیقی نہیں ہے مگر سب تخیلات ہیں، جن کا آپ نے سہارا لیا اور کمال بات ہے کہ اس تاریخی بات کو تو آنجناب نے یاد کیا ہوا ہے۔ جس سے آپ کے مطالعہ کی وسعت معلوم ہوتی ہے، مگر افسوس کہ مطالعہ حدیث کی طرف توجہ معلوم نہیں ہوتی۔ وگرنہ یہ دور کی کوڑی لانے کی زحمت آپ نہ فرماتے۔ اگر آنجناب ہم غریبوں کا مشورہ مان لیں تو فائدہ ہوگا۔ البتہ اس بات کا خیال رہے کہ اس سے آنجناب کی قائم کی ہوئی تاریخی دلیل اپنی موت آپ مرجائے گی مگر حق واضح ہو جائے گا۔ اللہ کرے حدیث رسول اور فرمان رسول علیہ السلام ہم سب کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہو اور دلی اطمینان کا سبب بنے۔ تو لیجئے! حدیث رسول ملاحظہ فرمائیں:

عن انس قال قدم النبی ﷺ و امر ببناء المسجد فقال یا بنی النجار ثامنونی قالوا لانطلب ثمنه الا الی الله فامر بقبور المشرکین فنبشت ثم بالخرب فسویت و بالنخل فقطع۔

''جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مسجد بنانے کا حکم دیا تو فرمایا: ''اے بنی نجار! مجھ سے زمین کی قیمت لے لو، انہوں نے کہا (اس کی قیمت) ہم صرف اللہ سے لیں گے۔ (یعنی اس کا بدلہ) پھر آپ نے حکم کیا، پس مشرکین کی قبریں اکھاڑ پھینکی گئیں، کھنڈرات کے متعلق حکم کیا، وہ ہموار کر دیئے گئے اور درختوں کے کاٹنے کا حکم دیا تو وہ کاٹ دیئے گئے''۔ (بخاری، ج۱، ص۲۵۱)

یہی بات مسلم شریف میں ان لفظوں کے ساتھ موجود ہے:

انه امر بالمسجد قال فارسل الی ملأ بنی النجار فجاءُوا فقال یا بنی النجار ثامنونی بحائطکم هذا قالوا لا والله ما نطلب ثمنه الا الی الله قال انس فکان فیه ما اقول کان فیه نخل و قبور المشرکین و خرب فامر رسول الله ﷺ بالنخل فقطع وبقبور المشرکین فنبشت وبالخرب فسویت (مسلم، ج۱، ص۲۰۰)

''(پھر) آپ کو مسجد بنانے کا حکم کیا گیا تو بنو نجار کے لوگوں کو بلا بھیجا، وہ آئے، آپ نے ان سے فرمایا تم اپنا باغ میرے ہاتھ بیچ ڈالو، انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم تو اس باغ کی قیمت نہ لیں گے مگر اللہ تعالیٰ سے (بدلہ یعنی ثواب چاہتے ہیں) راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا، اس باغ میں جو چیزیں تھیں، ان کو میں (جانتا ہوں) کہتا ہوں

اس میں کھجور کے درخت تھے اور مشرکین کی قبریں تھیں اور کھنڈرات تھے۔ پس آپ نے حکم فرمایا تو کھجور کے درخت کاٹ دیئے گئے اور مشرکین کی قبروں کو (کھود کر) اکھاڑ پھینکا گیا اور کھنڈرات درست کر دیئے گئے۔

قارئین محترم! کئی دینی مسائل ایسے ہیں جو امت میں اختلافی چلے آرہے ہیں کہ دور صحابہ میں چونکہ وہ مسئلہ اختلافی صورت اختیار کر گیا اور جو بات دور صحابہ میں مختلف فیہ رہی اور اس میں اس وقت اختلاف رفع نہ ہوسکا تو اس مسئلہ میں امت میں کسی شخص کو یہ اتھارٹی حاصل نہیں ہے کہ اس اختلاف کو رفع کر سکے اور امت کے علماء نے ایسے ہی کیا اور کبھی بھی ایسی کوشش نہیں کی گئی کہ کسی صحابی کے موقف کو غلط کہہ کر رد کیا ہو۔ ہاں! امت کے علماء کا یہ معمول رہا ہے کہ ایسے مسائل میں جو موقف اختیار کیا تو دوسرے طبقہ کے مؤقف کو کبھی بھی رد کر کے ان پر کسی قسم کی طعن و تشنیع نہیں کی اور نہ ہی دوسرے طبقہ کے افراد کی تضلیل، تفسیق و تجہیل کی۔

ان مسائل میں ایک مسئلہ سماع موتی کا ہے کہ انتقال کے بعد میت کسی کی بات کو سنتا ہے یا نہیں؟ ایک طبقہ کا خیال ہے کہ مرنے کے بعد مرنے والے شخص کو سماع کی قوت حاصل ہے جبکہ دوسرا طبقہ اس کے خلاف مؤقف رکھتا ہے۔ کہ سماع کی قوت حاصل نہیں جو طبقہ سماع موتی کا قائل ہے۔ صحابہ میں سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو سماع موتی کے قائل ہیں جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مؤقف عدم سماع کا مشہور ہے۔ دونوں بزرگ قابل احترام ہیں دونوں بزرگ اللہ کے آخری نبی ورسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ ہیں۔ دونوں کے پاس اپنے اپنے مؤقف پر دلائل ہیں، دونوں بزرگ باہم ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔ ایک بزرگ دوسرے بزرگ کے بارے کوئی ایسا جملہ نہیں کہتا جس سے دوسرے پر طعن وارد ہو۔ دونوں بزرگ مسلمانوں کیلئے قابل احترام ہیں۔ دور صحابہ کے بعد جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں۔ ان میں امام بخاری، سید عبدالقادر جیلانی، ابن جریر طبری، امام تقی الدین سبکی، امام ابن تیمیہ، علامہ ابن عبدالبر، ابن ابی شیبہ، قاضی عیاض، امام سخاوی، علامہ ابن حجر مکی، امام ابن قیم، امام قرطبی، امام نووی، علامہ ابن حجر عسقلانی کے علاوہ بھی امت کے کئی نامی گرامی علماء گزرے ہیں، جو سماع موتی کے قائل تھیں (فہرست پیش کرنا مقصود نہیں)۔ یہ امت کے بڑے جلیل القدر باعمل عالم، اللہ کے ولی تھے اللہ کا خوف ان کے دلوں میں ہے وہ مفسر قرآن بھی تھے، محدث بھی، راسخ العقیدہ، مؤحد، قاطع شرک و بدعت بھی مگر سماع موتی کے قائل تھے۔

ایسے ہی اصحاب کے بعد امت کا ایک مضبوط و عظیم طبقہ عدم سماع کا قائل ہے۔ مگر دونوں طبقے اپنے مؤقف پر قائم رہتے ہوئے دوسرے طبقہ کے اصحاب کا احترام کرتے ہیں۔ ان کے لئے کبھی نامناسب ناروا جملے زبان پر کبھی نہیں لائے۔ اس بارے میں حضرت مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ یوں بیان فرمارہے ہیں:

"مسئلہ سماع موتی قرون اولیٰ سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی اس میں اختلاف تھا۔ قرن صحابہ کے بعد بھی ہمیشہ علماء اس میں مختلف فیہ رہے۔ اکثر صوفیا سماع موتی کے قائل ہیں لیکن حنفیہ کے

نزدیک ثابت نہیں۔ ہاں! میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات اس میں ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا تکلیف کو محسوس کر سکے.......... تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل، تفسیق یا تجہیل کر سکے کیونکہ اس صورت میں کہ مسئلہ قرون اولیٰ میں بھی مختلف فیہ تھا۔اس تضلیل و تفسیق یا تجہیل کا اثر صحابہ کرام تک پہنچے گا''۔(کفایت المفتی، جلد ا)

قارئین! جو کچھ ہم نے اوپر عرض کیا، مفتی صاحب مرحوم کے اس فرمان سے، اس میں پختگی آ گئی۔دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جو کچھ ہم نے کہا مفتی صاحب کے اس فرمان سے اس کی تائید ہوگئی کہ مسئلہ سماع موتی صحابہ کرام سے اب تک مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔آپ جس موقف کو چاہیں اپنائیں مگر دوسرے طبقہ کے اصحاب کیلئے کوئی غلط جملہ استعمال نہ کریں۔جس سے دوسرے طبقہ کے اصحاب کی تضلیل و تفسیق ہو۔کہ اس کا اثر اصحاب رسول علیہم الرضوان تک پہنچے گا۔گوکہ مسلک اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھنے والے کیلئے مفتی صاحب مرحوم کا حوالہ ہی کافی ہے کہ واقعی مسئلہ سماع موتی کی یہی حقیقت ہے۔

چونکہ ہمارے محترم محمد الفضاد صاحب کے ہاں مولانا حسین علی صاحب مرحوم واں بھچراں والے اور ان کے شاگرد علماء کے علاوہ چودہ صدیوں کے علماء، مفسرین ومحدثین کے اقوال وفرامین معتبر نہیں ہیں۔لہٰذا اس مسئلہ پر ہم چاہیں گے کہ مولانا حسین علی مرحوم کے شاگرد علماء کی اس مسئلہ سے متعلقہ تحقیق آپ کے سامنے پیش کریں۔تاکہ بات پختہ ہوجائے کہ مسئلہ سماع موتی واقعی قرن اولیٰ سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔نیز یہ کہ آپ جس مؤقف کو چاہیں قبول فرمائیں مگر دوسرے طبقہ کے اصحاب کی تضلیل و تفسیق نہ کی جائے کہ اس کا اثر صحابہؓ تک پہنچے گا۔

مولانا حسین علی مرحوم کے مشہور شاگرد مولانا غلام اللہ خان مرحوم اپنی تفسیر جواہر القرآن جلد۲، صفحہ۹۰۲ پر اس بارے میں رقم طراز ہیں:''سماع موتی کا مسئلہ زمان صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔یہ اعتقادات ضروریہ میں سے نہیں، جن کی نفی یا اثبات پر کفر واسلام کا مدار ہے۔بلکہ یہ علمی اور تحقیقی بحث ہے، جس میں بحث وتمحیص اور نظر وتحقیق کی گنجائش ہے۔امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علماء کے درمیان اس مسئلہ میں دورائیں رہی ہیں، کچھ علماء کرام کی یہ رائے رہی ہے کہ مردے سنتے ہیں جبکہ دوسرے علماء نے اپنی تحقیق کی بنا پر سماع موتی کی نفی کی ہے۔علماء کرام کی ان دونوں جماعتوں کے پاس دلائل ہیں۔جن پر انہوں نے اپنی اپنی رائے اور تحقیق کی بنیادیں استوار کی ہیں''۔

قارئین محترم! مولانا حسین علی مرحوم کے شاگرد مولانا غلام اللہ خان کی اس مندرجہ بالاتحریر میں جہاں یہ بات واضح ہوئی کہ مسئلہ سماع موتی پر امت محمدیہ کے علماء کی دورائیں رہی ہیں۔اس کے ساتھ یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ مسئلہ سماع موتی اعتقادات ضروریہ میں سے نہیں ہے۔جس کی نفی یا اثبات پر کفر واسلام کا مدار ہو بلکہ ایک علمی وتحقیقی مسئلہ ہے، جس میں نظر وتحقیق کی گنجائش ہے''۔

مولانا غلام اللہ خان مرحوم اپنے شیخ اور استاذ مولانا حسین علی مرحوم کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں کہ ''البتہ

قائلین سماع کی تکفیر و تضلیل نہیں کرتے تھے''۔ (بحوالہ رد منکرات، ص ۵) اور ایسے ہی شیخ الحدیث مولانا قاضی شمس الدین مرحوم یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ حضرت مولانا حسین علی صاحب مرحوم و مغفور مسئلہ سماع موتی کے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ (ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' جولائی، اگست ۱۹۸۴ء)

قارئین کرام! ہم نے جو کچھ آپ سے کہا وہی کچھ مفتی کفایت اللہ مرحوم نے فرمایا اور مولانا غلام اللہ خان مرحوم، مولانا قاضی شمس الدین مرحوم کے قول و فرمان سے اس کی بھرپور تائید ہوگئی۔ کہ واقعی مسئلہ سماع موتی اُمت محمدیہ میں مختلف فیہ چلا آ رہا ہے اور امت کے علماء کی اس بارے دو رائیں رہی ہیں۔ اور یہ مسئلہ اعتقادات ضروریہ میں سے نہیں جس کی نفی یا اثبات پر کفر و اسلام کا مدار ہو۔

محترم قارئین! ہم پہلے اپنے محترم محمد الفصاد صاحب سے پر اعتماد تھے کہ اگر چہ پوری امت کے علماء کی بات ان کے ہاں بزرگوں کے اقوال ہیں اور وہ قابل حجت نہیں۔ مگر ان کے دعویٰ کے مطابق مولانا حسین علی مرحوم اور ان کے شاگرد علماء کا فرمان ان کے لئے راہنما ہے مگر کیا کیا جائے کہ ہمارے محترم محمد الفصاد صاحب آزاد خیالی میں اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ مولانا حسین علی مرحوم اور ان کے شاگرد علماء کو بھی خاطر میں نہ لاکر آزاد خیالی میں فرما گئے کہ ''مردوں کے سننے کا عقیدہ بھی ان مفروضوں میں شامل ہے جو مذہبی فنکاروں نے شرک پھیلانے کیلئے گھڑ رکھے ہیں''۔ (نغمہ توحید، دسمبر ۲۰۰۰ء ص ۴۶) اس اعتبار سے مردوں کے سننے کا عقیدہ جب امت کو حضور ﷺ کے تربیت یافتہ صحابی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ملا۔ تو سب سے بڑے مذہبی فنکار (معاذ اللہ) عبداللہ ابن عمر ہوئے جنہوں نے شرک پھیلانے کیلئے یہ عقیدہ گھڑا، پھر اس شرکیہ عقیدہ پر چلنے والے امام بخاری، سید عبدالقادر جیلانی، ابن جریر، امام تقی الدین سبکی، امام ابن تیمیہ، ابن عبدالبر، ابن ابی شیبہ، قاضی عیاض، امام سخاوی، علامہ ابن حجر مکی، امام ابن قیم، امام قرطبی، امام نووی، ابن حجر عسقلانی و دیگر امت کے نامی گرامی علماء ہیں تو جس نے بھی اس عقیدہ سماع موتی کو اپنایا، وہ مشرک ہوا تو محمد الفصاد صاحب کے فتویٰ کے اعتبار سے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی مشرک امام بخاری بھی مشرک، ابن تیمیہ بھی مشرک اور ایسی بدعقیدگی کا نام ہے کہ کبھی بھی معافی کا امکان نہیں کہ **ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ** (پارہ ۵)

اب محمد الفصاد صاحب ہی خود بتا سکتے ہیں کہ ان کے فتویٰ شرک کی زد میں جب عبداللہ ابن عمر جیسا صحابی رسول بھی آ رہا ہے تو اس فتویٰ کو بیان فرما کر کس کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ شرک کو شرک نہ کہیں، ان کے بارے میں آپ کے فتویٰ کی انتظار ہے۔ کیونکہ مسئلہ سماع موتی کو مولانا حسین علی مرحوم، مولانا غلام اللہ خان اور قاضی شمس الدین شرک نہیں کہتے بلکہ ان کا فرمان ہے کہ مسئلہ سماع موتی اعتقادات ضروریہ میں سے نہیں، جس کی نفی یا اثبات پر کفر و اسلام کا مدار ہو بلکہ ایک علمی مسئلہ ہے، جس میں نظر و تحقیق کی گنجائش ہے۔ اور ہمیں توقع ہے کہ اس کے بعد جو فتویٰ محمد

الفضاد صاحب صادر فرمائیں گے، وہ یہی ہوگا کہ جو مسئلہ سماع موتی کو شرک نہیں کہتا، وہ بھی مشرک ہے، کیونکہ اس میں مذہبی آزادی کا راز مضمر ہے۔

قارئین محترم! ہم نے آپ کی خدمت میں چند باتیں عرض کیں: (۱) اہل سنت والجماعت کا مؤقف یہ ہے کہ جس جگہ میت کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے اور جہاں جسم انسان قرار پکڑتا ہے، وہی قبر ہے۔ جس پر قرآن مجید کی تین آیات پیش کیں اور اسی طرح اس مؤقف پر چھے احادیث صحاح ستہ سے پیش کیں نیز اصحاب رسول علیہم الرضوان بھی اسی ارضی قبر کو قبر کہتے ہیں، جسکے چار حوالہ جات صحاح ستہ سے پیش کئے۔

۲) اہل سنت والجماعت کا مؤقف یہ ہے کہ قبر و برزخ میں ثواب و عذاب جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے، جس پر قرآن کریم کی تین آیات اور صحاح ستہ سے تین احادیث پیش کی گئیں (جبکہ کئی احادیث اس کے علاوہ موجود ہیں) نیز امام ابن کثیر کی تفسیر ابن کثیر **النار یعرضون علیها غدوا و عشیا** کے تحت ابن کثیر کا فیصلہ **هذه الایة اصل کبیر فی استدلال اهل السنة علی عذاب البرزخ فی القبور** کے ساتھ مندرجہ بالا آیت کے تحت ذکر کردہ تفسیر کا خلاصہ پیش کیا۔ جس کی تفصیل ''نقیب ختم نبوت'' ستمبر ۲۰۰۱ء میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

۳) وابستگان اہل سنت والجماعت اس بات کے قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ کیلئے جو وفات مقدر تھی، وہ آپ پر وارد ہوئی اور آپ ﷺ کے انتقال فرما جانے کے بعد آپ کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے۔ اسی حیات کی وجہ سے آپ ﷺ روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سماعت فرماتے ہیں۔ جس پر دو آیات قرآنیہ سے بطور دلالت النص حیات النبی کے مسئلہ کا ثبوت پیش کیا گیا جبکہ حیات النبی پر پانچ احادیث پیش کی گئیں نیز **سماع عند القبر الشریف** پر ابوداؤد شریف جو صحاح ستہ سے حدیث کی کتاب ہے کے حوالہ سے ایک حدیث پیش کی گئی۔ اور اس کے ضمن میں حدیث **من صلی علی عند قبری سمعته**' پر بوجہ راوی محمد بن مروان سدی صغیر محترم محمد الفضاد کو اعتراض تھا تو ہم نے اس حدیث کو دوسری سند سے ذکر کر دیا ہے اور اس پر مولانا حسین علی مرحوم کے شاگرد علماء کے تائیدی فرمان پیش کر کے اپنے مؤقف کو مزین و مدلل کر دیا۔ جس کی تفصیل دوسری، تیسری اور چوتھی قسط جنوری، فروری، اپریل ۲۰۰۲ء میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس لئے ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا مؤقف قرآن وسنت کی روشنی میں عین الحق ہے اور پوری امت کا متفقہ عقیدہ ہے۔ اس کو ریت کے محلات سے تعبیر کرنا بہت بڑی جسارت اور ہٹ دھرمی ہے۔

محمد الفضاد صاحب سے مطلوب چند وضاحتیں:

(۱) آپ نے لکھا ہے کہ ''آپ کا ایمان یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنت الفردوس میں ہیں، وہاں آپ کی روح مبارکہ ہے اور آپ کا وجود قبر مبارک میں ہے اور ہے بھی اسی طرح تر و تازہ جس طرح دفن کرتے وقت تھا'' (نغمہ توحید، فروری ۲۰۰۱ء

ص۴۰) وضاحت طلب امر یہ ہے کہ:

''محمد رسول اللہ، صرف روح کا نام ہے'' یا روح مع الجسد کا''۔

۲) آپ نے کہا ''اسی طرح تر و تازہ ہے، جس طرح دفن کے وقت تھا'' چونکہ اس بات کا تعلق عقیدہ کے ساتھ ہے۔ اس پر کوئی ایک آیت یا حدیث رسول پیش کریں، مہربانی ہوگی۔

آپ نے لکھا: ''دنیا کیلئے یہی اصول ہے کہ زندہ کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی روح نکل جائے تو مٹی کھانے لگتی ہے۔ اللہ رب العزت نے انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ علیہم کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ ان کی ارواح مبارکہ ان کے وجود طیبہ سے نکل جائیں تو بھی انہیں مٹی نہیں سکتی۔ قیامت تک ہشاش بشاش اور تر و تازہ رہیں گے''۔ (حوالہ مذکور)

(۳) وضاحت طلب امر یہ ہے کہ یہ کس جگہ لکھا ہے کہ انبیاء کرام کے وجود کو اعزاز بخشا ہے کہ مٹی نہیں سکتی۔ قرآن کی کوئی ایک آیت احادیث رسول میں سے کوئی ایک حدیث ہو تو پیش کریں۔ نیز یہ بھی وضاحت کریں کہ انبیاء کے وجود قیامت تک ہشاش بشاش اور تر و تازہ رہیں گے۔ قرآن میں ہے یا حدیث میں......ایک آیت قرآنیہ یا احادیث رسول میں سے ایک حدیث پیش فرمائیں۔

آپ نے لکھا: ''ہر ایک کی بات قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے جو بات قرآن و سنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہو، سر آنکھوں پر''۔

(نغمہ توحید، محرم الحرام ۱۴۲۳ھ ص ۴۷)

(۴) وضاحت طلب امر یہ ہے کہ قرآن و سنت کی کسوٹی پر کون پرکھے کہ اس کا فیصلہ آپ کو منظور ہو کیونکہ چودہ صدیوں کے اکابر علماء، محدثین، مفسرین کسی تحقیق اور فیصلہ کو آپ ماننے کیلئے تیار نہیں اور پھر یہ کہ آپ کا اعتماد تو مولانا حسین علی اور ان کے شاگرد علماء پر سے بھی سماع موتی کے مسئلہ کی تحقیق میں اٹھتا نظر آتا ہے تو پھر بقایا صرف آنجناب ہی ہیں۔ مگر افسوس! کہ آپ تو الفھا د صاحب ہیں اور اگر آپ کہیں کہ ہر آدمی اپنی بات کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھ لے تو الفھا د صاحب یہ سوچ اچھی نہیں ہے۔ (معذرت کے ساتھ) کہ مرزا قادیانی بھی اپنے دعویٰ جات مسیح موعود، ظلی بروزی نبی کی آمد کو قرآن سنت سے استدلال کر کے پیش کرتا ہے۔

آپ نے لکھا کہ ''امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ علماء کو نصیحت کیا کرتے تھے، عنایت اللہ شاہ بخاری سے سماع موتی اور حیات النبی کے مسئلوں میں ٹکر نہ لینا، وہ قرآن سناتے ہیں۔ تمہارے پاس بزرگوں کے اقوال ہیں'' (نغمہ توحید، محرم الحرام ۱۴۲۳ھ، ص ۴۸)

(۵) مہربانی فرما کر اس روایت کا راوی ذکر کر دیں تاکہ دیکھا جائے کہ وہ راوی کہیں جھوٹا دجال تو نہیں ہے یا کس کردار کا حامل ہے کہ روایت قبول کی جاسکے یا رد کی جاسکے۔ (ختم شد)

اظہار تسامح

محترم محمد الفضا د صاحب (مدیر اعزازی نغمہ) ''نغمہ توحید'' محرم الحرام ۱۴۲۳ھ میں اپنے مضمون کے آخر میں رقم طراز ہیں ''........... پیر جی حضرت مولانا سید عطاء المہیمن شاہ بخاری کے ذمہ راقم الحروف کا ایک چھوٹا سا ادھار ہے۔ پیر جی نے کہروڑ پکا میں من صلی عند قبری سمعتہ کے بارے میں فرمایا: ''یہ بات صحیح ہے کہ محمد بن مروان سدی صغیر اس روایت کا راوی ہے اور وہ کذاب ہے۔ وغیرہ لیکن جو روایت ابو داؤد میں ہے وہ دوسرے طرق سے ہے اور اس میں محمد بن مروان راوی نہیں ہے''۔ ابو داؤد میں یہ روایت من صلی علی عند قبری سمعتہ کہاں ہے؟ مولانا سید عطاء المہیمن شاہ بخاری مدظلہ اس روایت کا حوالہ بتا دیں۔ سید کفیل شاہ بخاری اگر کچھ کر سکتے ہیں تو ابو داؤد شریف سے اس روایت کا حوالہ ''نقیب ختم نبوت'' میں شائع کر دیں۔ ہم انتظار کریں گے۔ جب تک حوالہ نہ ملے گا ہم ان کی کسی بات کا جواب نہ دیں گے''۔

من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائباً ابلغتہ (مشکوٰۃ) پر محترم محمد الفضا د صاحب اس کے راوی سدی صغیر کی وجہ سے معترض ہیں اور ان کا مطالبہ ہے کہ یہ حدیث دوسرے طریق سے دکھائی جائے، پیش کی جائے تو پھر لیجئے یہ روایت دوسرے طریق سے پیش خدمت ہے۔ قبول فرمائیں!

حدثنا عبدالرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسین بن الصباح حدثنا ابو معاویہ حدثنا الاعمش عن ابی الصالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عندی قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید اعلمتہ

''جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا، میں اسے سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے بتلایا جاتا ہے'' (جلاء الافہام لحافظ ابن قیم)

آنجناب کا اعتراض ہے کہ ابوداؤد شریف کا حوالہ دیا گیا ہے لہٰذا ابوداؤد شریف سے ہی حوالہ دکھایا جائے تو جناب یہ روایت واقعی ابوداؤد شریف میں نہیں ہے۔ ابوداؤد شریف کا حوالہ دینا تسامح ہے جس کا اظہار کرنا ہمارے لئے کوئی عار نہیں ہے۔ ایسے ہی جیسے آنجناب سے حوالہ دیتے ہوئے مندرجہ ذیل تسامح ہوا ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا (سدی صغیر اور اس کی بیان کردہ روایت **من صلی عند قبری سمعتہ** کے بارے)

امام ابن کثیر فرماتے ہیں: ''یہ حدیث متروک یعنی نا قابل عمل ہے''۔

محدث ابن نمیر اور ابن حبان کہتے ہیں: ''یہ حدیث ضعیف اور موضوع ہے''۔

جریر فرماتے ہیں: ''محمد بن مروان کذاب ہے''۔

امام نسائی کہتے ہیں: ''متروک الحدیث ہے''۔

ابن حبان کہتے ہیں: ''یہ ان لوگوں میں سے ہے جو روایتیں گھڑا کرتے تھے''۔ (میزان الاعتدال، ص ۱۳۴، جلد ۳)

جبکہ یہ سب کچھ ہوگا کہیں ضرور، مگر میزان الاعتدال میں نہیں۔ غالباً آپ کا تسامح ہے۔

جناب محمد الفضا د صاحب، لیجئے! ہم نے اُدھار چکا دیا ہے۔

ابو صالح ہاشمی

علامہ حسین میر کاشمیری

دنیائے ادب کی باغ و بہار شخصیت

ہمسایہ ہونے کے ناطے ''دارِ بنی ہاشم'' کے مکینوں سے میری دوستی اور محبت کے تعلقات گزشتہ بائیس سالوں سے ہیں۔ احاطہ میں نوتعمیر شدہ مسجد کے سامنے لسوڑی کے دو درخت ہیں، حافظ وکیل شاہ صاحب جو بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ میرے ہم پیشہ بھی ہیں نماز عصر سے فارغ ہو کر لسوڑی کے نیچے کھڑے ہو کر گھنٹوں مختلف موضوعات پر گپ شپ کرتے ہیں گویا یہ لسوڑی بھی میرے لئے نخل طور سے کم نہیں کیونکہ اسی کے نیچے سید عطاء المحسن شاہ صاحبؒ کے ساتھ کئی ادب و شعر کی محفلیں برپا ہوئیں۔ اسی ''لسوڑی گپ شپ'' کے دوران ایک دن حافظ وکیل شاہ صاحب فرمانے لگے علامہ حسین میر کاشمیری کو جانتے ہو؟ میں نے فوراً کہا ظہیر کاشمیری کو جانتا ہوں، کہنے لگے چھوڑ و یار! میں علامہ حسین میر کاشمیری کی بات کر رہا ہوں پھر انہوں نے تعارف کچھ اس طرح کرایا۔

علامہ حسین میر کاشمیری درمیانہ قد، گندمی رنگ، بھاری بدن، گھنی اور بڑی داڑھی والے بزرگ لاہور میرے ہم نشین تھے جو شیروانی کے ساتھ سر پر رومی ٹوپی پھندنے والی پہنتے جب وہ مٹھیاں بھینچ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے چلتے تو پھندنا ہمہ وقت لہراتا رہتا۔ بس یوں سمجھئے کہ سرسید احمد خان کی کاربن کاپی تھے۔ جس محفل میں ہوتے وہ کشتِ زعفران بن جاتی اور جس گلی سے گزرتے قہقہوں کی گونج سنائی دیتی۔ اس کے بعد ان کی شخصیت سے متعلق کئی واقعات سنائے اور کئی دلچسپ باتیں سید عطاء المحسن شاہ صاحبؒ کی زبانی بھی سنیں لیکن علامہ حسین میر کاشمیری کا خوبصورت تعارف آغا شورش کاشمیریؒ نے کچھ اس طرح کرایا ہے۔

جسامت کے اعتبار سے فسانۂ آزاد، سر تا پا قہقہہ، جاندار قہقہہ، گول چہرہ، موٹی موٹی لیکن گھومتی پھرتی آنکھیں، طبیعت بھی شگفتہ مزاج بھی شگفتہ، اس سن و سال میں بال کھچڑی ہو گئے ہیں، ابھی تک جوانی دیوانی کا کھلنڈرا پن موجود ہے۔ اگر ان کے چہرے میں سے ثلث خارج کر دیا جائے تو سرسید کے ہم شکل ہوتے۔ علامہ ان کے نام کا حصہ ہے۔ جیسے بیدار بخت کے نام کا جزو آقا ہے۔ آج کل کے علمائے دین سے زیادہ عربی میں درک رکھتے ہیں۔ بات بات میں آیات الٰہی سے استدلال کرتے ہیں۔ اردو بھی رواں بولتے ہیں۔ پنجابی بھی رواں، انگریزی میں بھی ترت پھرت ہیں''۔

علامہ امرتسر جیسے مردم خیز خطے میں پیدا ہوئے اپنے دوست نہال سنگھ کی بیٹھک میں تاش کھیلتے کھیلتے میٹرک کرلیا۔ ڈاک و تار میں ٹیلی گرافسٹ بھرتی ہو گئے۔ ٹکٹیں بیچ کر دوستوں کی خاطر مدارت کرتے۔ ۱۹۱۲ء میں شادی ہوئی، محکمہ

ڈاک وتار کی ملازمت کو خیر باد کہہ دیا اور ٹکٹیں بیچنے کا گر اپنی جگہ آنے والے سکھ کو بتا آئے جو جلد ہی پکڑا گیا۔ اس کے بعد پونے نو سال ریلوے میں بطور ٹیلی گرافسٹ کام کیا اور جہاں بھی گئے، داستاں چھوڑ آئے اور پھر یہ ملازمت بھی چھوڑ دی۔

مولانا ظفر علی خانؒ کسی سلسلے میں امرتسر گئے، ان کی ملاقات علامہ سے ہوگئی۔ مولانا آپ سے اتنا متاثر ہوئے کہ آپ کو اپنے ساتھ لاہور لے آئے اور ''زمیندار'' اخبار میں مترجم کے طور پر اپنے عملے میں شامل کر لیا اور پھر جلد ہی ادارتی عملے میں شامل کر دیئے گئے۔ ۱۹۲۶ء میں لاہور سے ہفت روزہ ''ضیافت پنچ'' جاری کیا، جس میں مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت مضامین لکھتے۔ خبروں کا بھرتا، اجمیر کی دیگیں، چٹنی و کھچڑی، پلاؤ کے ارتقائی مراحل، علامہ نے ''زمیندار''، ''آزاد''، ''احسان''، ''انقلاب'' اور ''آفاق'' جیسے اخبارات میں کام کیا۔ بقول شورشؒ تمام زندگی اخبارات میں ترجمہ کرتے رہے۔ جس زمانے میں ظفر علی خاں، سالک، مہر کا طوطی بولتا تھا۔ انہیں اوّل درجے کا مدیر مخابرات تسلیم کیا گیا۔ علامہ خبروں کا ترجمہ اپنے مخصوص انداز میں کرتے۔ مثلاً کسی خبر میں ملکہ الزبتھ کا ذکر آ گیا تو والیٔ تخت برطانیہ، سربراہ دولت مشترکہ سے لے کر حامی دین متین اس کے سترہ سرکاری القاب خبر میں شامل کر دیتے۔ علامہ کے پاس کسی سیاسی لیڈر کا بیان ترجمہ کیلئے آیا اور انہیں کوئی بات پسند نہ آئی تو درمیان میں اپنا تبصرہ ضرور شامل کر دیتے۔ مثلاً یہ بات فضول ہے، ایسی بات کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے، انسان بنو، یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ جناب ضیاء الاسلام انصاری لکھتے ہیں کہ ایک بار پنڈت نہرو کا بیان انہیں دیا گیا جس کا کچھ حصہ تنازعہ کشمیر سے متعلق تھا اور پنڈت جی نے حسب معمول کہا کہ مقبوضہ کشمیر اسمبلی کے انتخابات کے ذریعے کشمیری عوام ریاست کے بھارت سے الحاق کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ اس کے آگے بریکٹ میں علامہ نے لکھ دیا ''حرام زادہ بکواس کرتا ہے''۔

آپ کی جہازی سائز داڑھی کی وجہ سے لوگ آپ کو سرسید احمد خان کہتے تو آپ فرماتے کہ میری اور سرسید کی داڑھی میں بہت فرق ہے۔ سرسید نے داڑھی اپنے گلے کے غدود چھپانے کیلئے رکھی ہے جبکہ میں نے سنت سمجھ کر۔

مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم کی داڑھی مختصر تھی۔ ایک دفعہ دوران خطبہ کسی نے کھڑے ہو کر اعتراض کیا، آپ کی داڑھی شرعی نہیں۔ لہٰذا ہم آپ کا خطبہ سننے کو تیار نہیں۔ علامہ فوراً اٹھے اور کہا ''بابا جی! اگر داڑھی دیکھنے کا شوق ہے تو میری طرف دیکھئے، اگر علم کی بات سننے آئے ہیں تو دھیان مولانا کی طرف لگایئے، داڑھی میری دیکھیں اور خطبہ مولانا کا سنیں''۔

علامہ اپنی داڑھی سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک فلم ''انارکلی'' میں کام بھی کر چکے تھے۔ اسی لئے لوگ چھیڑتے ہوئے انہیں ''حسین میر موچنا'' کہتے، واقعہ کچھ یوں ہے: ''انارکلی نام کی سب سے پہلی فلم میں بمبئی کی شہرہ آفاق اداکارہ ''سلوچنا'' نے ہیروئن یعنی انارکلی کا پارٹ ادا کیا۔ اس فلم کا پہلا حصہ بمبئی اور دوسرا لاہور میں فلمایا گیا۔ اس فلم میں حسین وجمیل سلوچنا کو قتل کے الزام میں سزائے موت سنائی جانی تھی۔ فلم ڈائریکٹر کو لمبی داڑھی والے حضرات کی ضرورت تھی جو قاضی اور مفتیوں کا رول ادا کر سکیں۔ ڈائریکٹر نے سالک صاحب سے مشورہ کیا۔ علامہ ان دنوں ''انقلاب'' میں کام کرتے تھے۔ چونکہ آپ تن و توش اور داڑھی میں سب سے سینئر تھے۔ اس لئے قاضی کیلئے فوراً آپ کا نام دے دیا گیا۔ اس طرح علامہ کو قاضی اور پانچ مختلف اخبارات کے کاتبوں کو مفتیوں کا پارٹ ادا کرنے کیلئے منتخب کر لیا گیا۔ فلم ڈائریکٹر نے میک اپ کے ذریعے ان کی

اڑھیاں سفید کر دیں۔ لارنس گارڈن میں ایک بڑ کے درخت کے نیچے قالین بچھا کر گاؤ تکیے لگا دیئے گئے۔ جس سے یہ منظر مغلیہ سلطنت کی عدالت کا صحیح نقشہ پیش کرتا تھا۔ اس اثنا میں ملزمہ ''سلوچنا'' کو عدالت کے روبرو پیش کیا گیا۔ عدالت نے شریعت کے مطابق سلوچنا سے سوالات پوچھے تو ملزمہ نے اشک بھری آنکھوں سے اقبال جرم کر لیا۔ قاضی نے مفتیوں سے رائے پوچھی، سب نے متفقہ فتویٰ دیا چونکہ ملزمہ اقبال جرم کر چکی ہے۔ لہٰذا اسے سزائے موت دی جائے۔ قاضی نے فتویٰ پر دستخط کر دیئے جس کے مطابق سلوچنا کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ عوام کی کثیر تعداد اس منظر کو دیکھتے ہوئے قاضی اور مفتیوں کو صلواتیں سنا رہی تھی کہ ان میں سے اگر کوئی بھی صاحب ذوق ہوتا تو خود مر جاتا مگر سلوچنا پر آنچ نہ آنے دیتا۔ اگرچہ اس فلم میں کام کرنے سے علامہ کو اچھا خاصا معاوضہ مل گیا مگر دن میں کئی کئی بار داڑھی دھونے کے باوجود دو ہفتے تک، اپنی اصلی حالت میں نہ آ سکی۔ اس صورت حال پر مولانا چراغ حسن حسرت نے یہ نظم کہی اور چپکے سے ''زمیندار'' میں شائع کرا دی۔

حسین میر موچنا — یہ کہہ گئی سلوچنا
نہ لیپنا نہ پوچنا — زمیں پہ بیٹھے سوچنا
سلوچنا کے موچنے سے — بیٹھے بال نوچنا
حسین میر موچنے کا — موچنا دبوچنا

یہ نظم اس قدر مشہور ہوئی کہ ہر واقف کار انہیں حسین میر موچنا کہہ کر مخاطب کرتا، کئی مرتبہ تو یوں بھی ہوا کہ کسی نے ٹیلی فون کیا ''ہیلو! کون''؟ ''حسین میر بول رہا ہوں''۔ اچھا حسین میر موچنا اور علامہ اسے ٹیلی فون پر بے نقط سنانے لگے۔ اور اس نے فون بند کر دیا۔ اس نظم کی وجہ سے علامہ، مولانا حسرت سے کئی دنوں تک خفا بھی رہے۔

قادیانیوں کے خلاف کسی تحریک کے دنوں کی بات ہے کہ علامہ نے امرتسر کی جنازہ گاہ میں حکومت وقت کے خلاف سخت تقریر کی۔ بعد میں اس کا احساس ہوا، پانی سر سے گزر چکا تھا، باہر نکلے تو خفیہ والوں نے گھیر لیا اور نام پوچھا تو علامہ نے مشہور کالم نگار عطاء الحق قاسمی کے والد مولانا بہاء الحق قاسمیؒ کا نام لکھوا دیا۔ مولانا کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے اور وہ تین ماہ کیلئے جیل چلے گئے۔ قید کاٹ کر باہر نکلے تو استقبال کرنے والوں میں علامہ سب سے آگے تھے۔ مولانا کو دیکھتے ہی فرمانے لگے ایک غلط سے عیسیٰ دار پر لٹکا دیئے گئے اور تم جیل میں، پھر گلے لگ کر کہنے لگے: ''ہمیں دعائیں دو، تمہیں لیڈر بنا دیا''۔

مشہور صحافی مقبول احمد اپنی یادداشتوں میں لکھتے ہیں کہ ''میرا بیٹا منظور احمد گورنمنٹ کالج میں داخلہ لینا چاہتا تھا جبکہ اس کے میرٹ سے پانچ نمبر کم تھے۔ میں نے علامہ حسین میر سے کہا کہ پطرس بخاری (جو اس وقت پرنسپل تھے) آپ کے دوست ہیں۔ منظور احمد کو داخل کرا دیجیے۔ پطرس بخاری خود انٹرویو کر رہے تھے۔ جب انہوں نے منظور احمد کو پکارا تو علامہ بھی اس کی معیت میں اندر داخل ہو گئے۔ پطرس کھلکھلا کر ہنس پڑے اور کہا میں نے تجھے نہیں بلایا تو کیوں اندر آیا ہے؟

علامہ: میں اپنے بھتیجے کو داخل کرانے آیا ہوں۔

پطرس: تیرا کوئی بھائی ہی نہیں، بھتیجا کہاں سے آ گیا؟

علامہ: جناب میرے جرنلسٹ بھائی کا بیٹا ہے اور اسے گورنمنٹ کالج میں داخل کرانا میرا فرض ہے۔

پطرس: کوئی سیکنڈ ڈویژن داخلے کا مجاز نہیں۔فرسٹ ڈویژن سے اس کے پانچ نمبر کم ہیں۔

علامہ: تو آپ کس مرض کی دوا ہیں، پانچ نمبر بھی پورے نہیں کر سکتے۔

پطرس: بھائی کمرے میں جگہ نہیں۔

علامہ: آپ اسے داخل کر لیں، یہ دروازے میں بیٹھ کے لیکچر سن لے گا۔

پطرس: کوئی فالتو کرسی نہیں، جس پر اسے بٹھایا جائے۔

علامہ: یہ اپنے گھر سے کرسی لے آئے گا۔

اس پر پطرس نے قہقہہ لگایا اور کہا: ''جان! چھوڑو، مجھے کام کرنے دو'' اور منظور داخل ہو گیا۔علامہ رخصت ہونے لگے تو پطرس بخاری نے کہا آج شام تم میرے ہاں کھانے پر مدعو ہو، میں سات بجے تک تمہارا منتظر رہوں گا، ہاں کوئی تازہ غزل کہی ہو تو ساتھ لیتے آنا۔

علامہ کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے مغربی امرتسر کے ایک بہت بڑے چوک میں ''گپ سیمینار'' کا اہتمام کیا ،جس میں گپ ہانکنے کا عملی مقابلہ ہوا اور تخلیقی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والوں کو بیش قیمت انعامات دیئے گئے۔

علامہ پوری زندگی اوّل طعام بعد کلام کے قائل رہے۔اس سلسلے میں وہ کئی کانفرنسیں بھی منعقد کیا کرتے تھے۔مثلاً بونگ کانفرنس، پلاؤ کانفرنس، کباب کانفرنس، مرغ کانفرنس، ان کانفرنسوں کے مندوبین برصغیر کی عظیم شخصیات ہوتی تھیں، مثلاً سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، چودھری افضل حقؒ، چراغ حسن حسرت، مولانا مرتضیٰ احمد میکش، مولانا غلام رسول مہرؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، پطرس بخاریؒ، عبدالمجید سالکؒ اور صوفی غلام مصطفی تبسمؒ۔ ہر کانفرنس کے اختتام پر قراردادیں پاس کرائی جاتیں۔مثلاً ایک بونگ کانفرنس کے خاتمے پر یہ قرارداد پاس ہوئی۔

کانفرنس میں ارائیں برادری سے مطالبہ کیا گیا کہ کریلوں کی کاشت کا کوئی ایسا طریقہ ایجاد کیا جائے کہ قیمے سے بھرے ہوئے کریلے برآمد ہوں۔ (محرک حسین میر)

ایک اور بونگ کانفرنس کی قرارداد دیکھئے!

ا)۔ بونگ کانفرنس فخر قوم سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ''قادیانی اعتکاف'' صوفیانہ حجرہ نشینی اور قبل از وقت کڑک کو قومی مفاد کیلئے خطرناک ٹھہراتی ہے۔

۲)۔کانفرنس سویٹ بخارا کے محکمہ کانجی ہاؤس سے درخواست کرتی ہے کہ ایک ایسی ٹٹوی پلان بغیر امرتسر بھیجی جائے جس پر سوار ہو کر شاہ صاحب کو ان کے وطن مولوف بخارا واپس کر دیا جائے۔تاکہ وہاں انور پاشا کے مرقد مبارک کی مجاوری سنبھال لیں۔ (محرک جناب عارف گجراتی .... محرک مولانا ظفر علی خان)

پلاؤ کانفرنس کے نتیجے میں لکھا گیا مضمون ''پلاؤ کے ارتقائی مراحل، تاریخ کی روشنی میں'' جہاں علامہ کی شکم افروز

بصیرت کی نشاندہی کرتا ہے، وہاں ان کے دستر خوانی علمی خزانے کو بے نقاب بھی کرتا ہے۔ اس کا اندازہ پلاؤ کی ان اقسام سے ہوتا ہے جو علامہ نے گنوائی ہیں۔ مثلاً نورتن پلاؤ، سالار جنگ پلاؤ، منور پلاؤ، چنبیلی پلاؤ، اور یارقندی پلاؤ، علامہ کے مطابق پلاؤ کی تعریف یہ ہے کہ جو دہی اور شوربے کے بغیر حلق سے اتر جائے۔ پنجاب والے جسے پلاؤ کہتے ہیں، علامہ نے اُسے ''گھسن پلاؤ'' کا خطاب دیا ہے۔ علامہ نے اس مضمون میں ہندوستان اور خصوصاً مسلمانوں کے عروج و زوال کو پلاؤ سے منطبق کیا ہے۔ اسی لئے آخر میں پلاؤ کے نشاۃ ثانیہ کی امیدیں دلائی ہے۔

''پلاؤ کی ترقی کا دور ختم ہوگیا مگر پلاؤ کا نہیں۔ اس کیلئے نشاۃ الثانیہ مقدر ہو چکی ہے۔ وہ زندہ ہوگا، طاقت پکڑے گا اور اس کی عظمت کا جھنڈا دنیا کے ایوانوں میں پھر لہراتا نظر آئے گا''۔

علامہ کا ہر کام نیا اور انوکھا ہوتا تھا۔ ان کی صلاحیتوں کے سبھی قائل تھے۔ پورے ہندوستان میں کوئی ان سے یہ استفسار نہیں کرسکتا تھا کہ ''اسے علامہ کون کہتا ہے''؟ ان کا یادگار تاریخی خطبہ ان کے تبحر علمی کا غماز ہے۔

الحمد للقیصر والڈپٹی کمشنر .اتقواء من فراسة الپولیس فانها بنور الانگریز لا ایمان لمن لا کار له، ولا کوٹھی له، ولا تیلی فون له، وھی الاجیٹیش فان لاجیٹیشن تهدی الی سنٹر ل جیل و من صل مع الـلیگ فلا هادی له، و من هُدی مع الاحرارِ فلا مضلّ له، ٥ وعلیکم بالفلوس والڈولر و من کان فی جیبه ڈولر فله، کرسیه فی الدفتر.

ترجمہ: ''سب تعریفیں قیصر یعنی بادشاہ کیلئے اور ڈپٹی کمشنر کیلئے۔ ڈرو تم پولیس کی فراست سے، بیشک وہ انگریز کا نور ہے۔ اس شخص کا کوئی ایمان نہیں، جس کے پاس کار نہیں، کوٹھی نہیں اور ٹیلی فون نہیں۔ جان لو! یہ ایجی ٹیشن ہے اور ایجی ٹیشن سنٹرل جیل کی طرف جاتی ہے۔ جس نے لیگ کا ساتھ دیا، اس کا کوئی ہادی نہیں اور جس کو احرار کے ساتھ راہ دکھائی اُسے گمراہ کوئی نہیں کرسکتا اور تم پر پیسے اور ڈالر لازم ہیں اور جس کی جیب میں ڈالر ہیں اس کیلئے دفتر میں کرسی ہے''۔

علامہ حسین میر کاشمیری کی پانچ چھ کتابیں شائع ہوئیں لیکن ان کی بیشتر تحریریں اور کلام غیر مدوّن ہے۔ علامہ نے ایک خوبصورت سفرنامہ ''داستان ہجرت'' کے نام سے لکھا ہے جو ہمارے ہاں شامل نصاب کئی سفرناموں سے بہتر ہے۔ علامہ نے پشاور سے کابل تک کے سفر میں جو مشاہدہ کیا، اسے بلا کسی جھجک کے لکھ دیا۔ کابل میں طہارت کا جو معیار علامہ نے مشاہدہ کیا اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

''اس سے بڑھ کر کراہت کی بات یہ نظر آئی جس جس افسر کو پیشاب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس نے وہیں کونے میں کھڑے کھڑے چینا بھگا بغیر استنجے کے پتلون کا بٹن باندھ لیا اور اگرچہ پانی کی نہر قریب تھی۔ تاہم نماز کیلئے تیمم کو ہی کافی سمجھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نماز صرف دکھاوے اور رسم پوری کرنے کیلئے پڑھی جاتی ہے''۔

علامہ کی مزاحیہ سیاسی شاعری، نمکین غزلیں، خوبصورت تحریفات اور سہرائے ضیافت اپنی معاصر شاعری میں کسی درجہ کم نہیں ہے۔ جنگی پبلسٹی کے سلسلے میں ایک بہت بڑا مشاعرہ منٹو پارک لاہور میں ہوا۔ وزیر تعلیم میاں عبدالحی میر مشاعرہ

تھے۔ جب علامہ کا نام پکارا گیا تو انہوں نے اس تمہید کے ساتھ اپنی غزل پیشکی ۔ زمینی انقلابات تو آپ آئے دن مشاہدہ فرماتے آئے ہیں۔اب ذرا انقلاب آسماں کی ہلکی سی کیفیت ملاحظہ فرمائیں!

کیا خبر تھی انقلاب آسماں ہو جائے گا — قورمہ قلیہ نصیب احمقاں ہو جائے گا
کیک بسکٹ کھائیں گے الو کے پٹھے رات دن اور — شریفوں کیلئے آٹا گراں ہو جائے گا
اے بھنے تیتر! نہ ڈر باورچیوں کی قید سے — پیٹ میرا تیری خاطر آشیاں ہو جائے گا
سرخرو ہو جائے گا ہر ساکن ہندوستاں — مرغ کی گردن سے جس دم خوں رواں ہو جائے گا
اے سکندر مرغ کا شوربہ ہے آب حیات — خضر بھی اگر اس کو پی لے جواں ہو جائے گا

دراصل ان اشعار میں علامہ سائمن کمیشن کی سفارشات پر ملنے والے ڈومینن سٹیس کو پیش کر رہے ہیں۔ایک اور غزل کے دو اشعار جو جگر مرادآبادی کی غزل کی پیروڈی ہے۔

بھنے تیتر کھلا کر جان ڈالی جسم مردہ میں — تیرے ہوٹل کا بٹلر ابن مریم ہوتا جاتا ہے
گرائے کوفتوں کے بم یہاں کس رشک ہٹلر نے — ہمارا پیٹ قصر بکنگھم ہوتا جاتا ہے

''جذبات عالیہ'' کے عنوان سے اشعار ملاحظہ کیجیے!

مسجد میں وقت شام عجب ماجرا ہوا — مُلا کا دم پلاؤ خوری میں خطا ہوا
سینی میں اس غضب کا ہو کھانا چنا ہوا — خوشبو سے جس کی جی اٹھے مرغا بھنا ہوا
چوکے میں دال کھا کے جو پنڈت نے لی ڈکار — مردے اٹھے کہ شور قیامت بپا ہوا
لیموں نچوڑ کھا کے تنجن کی ایک دیگ — کہنے لگے کہ شکر ہے کچھ ناشتہ ہوا
حسرت سے کہہ رہا تھا کل ایک پیر فاقہ کش — مطبخ میں مر گیا جو بشر اولیاء ہوا
مرکر بھی یاد تازہ رہے گی پلاؤ کی — چولہے کے پاس سوختہ جو مقبرہ ہوا

عبدالمجید سالک نے تحریک خلافت کے دنوں میں ایک بلند پایہ نظم کہی۔علامہ کو بہت پسند آئی۔علامہ نے 'پیٹوؤں کا جنگی ترانہ' کے نام سے پیروڈی کی۔

تم ہی سے اے شکم وروتوا اور پرات ہے — تمہاری توندمایہ ''قدر وراسیات'' ہے
تمہاری ہی ڈکار سے خروش شش جہات ہے — ضیافتی مجاہدو! تمہاری کیا ہی بات ہے

....

کرو جو بزم میں کبھی نمائش دلاوری — تو کانپ جائے میز پر رکابی اور طشتری
جو گردن پرند پر رواں ہو تیز تر چھری — تو جذبہ شکم وری یہ کہہ اٹھے ''ہری ہری''

....

بٹیر کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
سکھائیں تیغ زن وہی کریں جو ذبح مرغیاں

چھری سے کھائے خوف جو چلائے کیسے گولیاں
دفاع ملک کی وہی اٹھائے ذمہ داریاں

جو کھائے سرخ کوفتے پیئے سفید یخنیاں
غلام ہے وہ فطرتاً جو وقف دال بھات ہے

اختر شیرانی کی نظم ''اے عشق کہیں لے چل'' کی پیروڈی کچھ یوں کی۔

اے پیٹ کہیں لے چل
اے پیٹ کہیں لے چل

اس بھوک کی بستی سے
اس فاقہ پرستی سے

ذات بھری ہستی سے
بالائے فلک لے چل

یا زیر زمیں لے چل
اے پیٹ کہیں لے چل

علامہ حسین میر کاشمیری نے ''یوں وقت گزرتا ہے، فرصت کی تمنا میں'' حفیظ جالندھری کی نظم کی تضمین ''ردٹی کی کشاکش میں یوں عمر گزرتی ہے'' سے کی۔ اقبالؒ کی مشہور نظم ''مرغ اسیر کی فریاد'' کی پیروڈی ''لیڈر کی فریاد'' کے نام سے کی۔ اس طرح علامہ نے کئی نظموں کی پیروڈی کی پیروڈیاں ہیں۔

علامہ نے ظلم اور بے اعتدالی کے خلاف ہمیشہ آواز بلند کی ''آل انڈیا خلافت کانفرنس'' کے نام پر جمع کیا جانے والا چندہ جب کچھ لوگوں نے شیر مادر کی طرح ہضم کر لیا تو انہوں نے ''آل انڈیا ضیافت کانفرنس'' کے تحت آواز بلند کی۔

علامہ کے ہم عصروں میں مجید لاہوری، خضر تمیمی اور حاجی لق لق ایسے شاعر ہیں جن کے ہاں دستر خوانی شاعری کے نشانات ملتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی باقاعدگی کے ساتھ اس کو موضوع نہیں بنایا لیکن علامہ نے دستر خوان کے مخصوص دائرے میں رہ کر اس موضوع کو فصیح و بلیغ انداز میں نبھایا۔ ان کے ہاں مرغ مسلم، بٹیر، تیتر، پلاؤ، قورمہ، قلیہ جیسی لفظیات مستعمل ہیں۔ لیکن یہ سب ہر بار نئے معنی کے ساتھ سامنے آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں تکرار سے فرق نہیں پڑتا۔ علامہ کی شاعری پر ان کے کسی ہم عصر کی چھاپ نہیں لگائی جا سکتی۔ ان کے ہاں تلمیحات، تشبیہات اور استعارات کا مطلب روایتی نہیں۔ بلکہ ان میں ایک خاص گہرائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری اپنے سیاسی سماجی شعور کی آئینہ دار ہے۔

جب تک اس دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ بھوک حل نہیں ہوگا، جب تک انسانیت کی نسبت آٹا مہنگا ہوگا، جب تک عزتوں اور غیرتوں پر بھوک غالب آتی رہے گی اور جب تک انسان اپنی آتش شکم کو سرد نہیں کرے گا، حسین میر کاشمیری اپنی اشتہا انگیز شاعری اور نثر کی وجہ سے زندہ رہے گا۔

آپ کو سوز، غیر کو لذت
یہ تماشا کباب میں دیکھا

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات اُن کی

☆ سرکاری ملازمین کے الاؤنسوں پر ٹیکس لگے گا۔ (وزیر خزانہ)

کہ بجٹ پڑھنے کیلئے غیر ملکی عینک خریدی جاسکے۔

☆ سرکاری وکیل نے سود کے حق میں خود ساختہ دلائل دیئے۔ (علماء)

پیدا ہوئے وکیل تو شیطان نے کہا
لو آج ہم بھی صاحب اولاد ہوگئے

☆ گرلز ہائر سیکنڈری سکول میں بندریا گھس آئی۔ (ایک خبر)

یونیفارم میں آتی تو پتا نہ چلتا

☆ یوسف رضا گیلانی کو ۵ سال کی قید ۱۰ سال کیلئے نا اہل۔ (ایک خبر)

با کمال لوگ، لاجواب پرواز

☆ قاضی کی امامت میں ساجد نقوی سمیت تمام رہنماؤں نے نماز مغرب ادا کی۔ (ایک خبر)

علماء اسی طرح رہیں تو ترقی پسند کرنئے طعنہ نہ دیں۔

☆ سود حرام قرار دینے کا فیصلہ کالعدم (سپریم کورٹ)

گویا اللہ تعالیٰ کا فیصلہ پاکستان سپریم کورٹ نے کالعدم قرار دے دیا!

☆ عابدہ حسین، اقبال خاکوانی اور زاہدہ دولتانہ بی اے کا امتحان دیں گے۔ (ایک خبر)

کہ لیلائے اقتدار سے جدائی کسی صورت برداشت نہیں۔

☆ ڈاکٹر عبدالکلام قرآن پاک کی تلاوت کے بعد بھگت گیتا پڑھتے ہیں۔ (ایک خبر)

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

☆ قومی دولت واپس کرنے والوں کو گرفتار نہیں کریں گے۔ (چیئرمین نیب)

لٹیروں کیلئے سنہری موقع! فائدہ اٹھائیں۔

☆ سرکاری ملازمین کی تنخواہیں بڑھانے کی گنجائش نہیں۔ (شوکت عزیز)

ہاں! صدر، گورنر، وزراء کی غربت کا احساس کیا گیا ہے۔

☆ یہاں عدلیہ، ووٹ اور پولیس بکتی ہے۔ (عمران خان)

جس کیس میں امکاں ہو اُوپر کی کمائی کا
اُس کام میں یہ بابو کرتے نہیں کوتاہی
اب چھین کے لیتے ہیں سائل سے وہ نذرانہ
"اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی"

☆ کذاب یوسف کو قتل کر کے روح کو سکون ملا۔ (قیدی قاتل)

عیاش ترقی پسند کیا کہتے ہیں بیچ اس مسئلہ کے؟

☆ اقتدار میں آ کر طالبان کا نظام رائج کریں گے۔ (عمران خان)

جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی۔ ملتان/ 25/ جولائی 2002ء بروز جمعرات، بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

الداعی الی الخیر: سید محمد کفیل بخاری، ناظم مدرسہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی۔ ملتان فون: 061-511961

عمر فاروق ہارڈ وئیر اینڈ مل سٹور

عمارتی و صنعتی سامان، ہارڈ وئیر، پینٹس، ٹولز، بلڈنگ میٹریل

گورنمنٹ سے منظور شدہ کنڈے، باٹ و پیمانہ جات

صدر بازار۔ ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462483

ممتاز اطہر

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

جو سورج کو شب تاریک میں مستور کرتا ہے
وہی اندر کی آنکھوں کو چراغ طور کرتا ہے
چھلکتا ہے اسی کے ہاتھ سے رنگوں کا پیمانہ
ہواؤں میں جو ساری خوشبوئیں محصور کرتا ہے
قفس کو ریزگی دینا ہے اس کے دست قدرت میں
جو منقاروں میں نغموں کے جہاں معمور کرتا ہے
لہو کو حوصلے دیتا ہے ان دیکھی مسافت کے
دلوں سے سو طرح کے وسوسے کافور کرتا ہے
ہمارے ہر طرف منظر اسی کی دسترس میں ہیں
وہ جس شے کو جہاں چاہے وہاں مامور کرتا ہے
دعاؤں کا قبول و رد اسی کے بس میں ہے اطہرؔ
مرے بے صوت لفظوں کو بھی وہ منظور کرتا ہے

سید محمد یونس بخاری

مدحت رسول اللہ ﷺ کی

ہو گئی حد سے سوا الفت رسول اللہ کی
ہے فزوں تر ہر گھڑی رحمت رسول اللہ کی
دیکھ لو یہ ہے دعائے صبح گاہی کا اثر
ہو گئی وردِ زباں مدحت رسول اللہ کی
رحمت اللعالمین کے سایۂ شفقت میں ہے
خائب و خاسر نہیں امت رسول اللہ کی
بے سبب ہرگز نہیں قلبِ حزیں کی دھڑکنیں
روز و شب تڑپائے ہے فرقت رسول اللہ کی
کون کر سکتا ہے ان کے نقشِ پا کی ہمسری
پُر نور ہے پُر کیف ہے سیرت رسول اللہ کی
کجکلاہوں کی نہ کر پایا کبھی بھی اقتدا
میرا وقرِ بندگی سنت رسول اللہ کی
سب زمانے ہیچ ہیں میرے لئے یونسؔ مگر
افتخار زیست ہے نسبت رسول اللہ کی

انور جمال

اس پر ہوئے نبوت کے تمام باب ختم

میرا شعور گنگ ، مری سوچ میں خلل
مضمون میری فکر کا وہ نور لم یزل
اے رب حرف و صوت میری مشکلوں کا حل
کوئی قصیدہ ، کوئی رباعی ، کوئی غزل
ایسا بیاں جو لائقِ شانِ رسول ہو
جو بارگاہِ مصطفوی میں قبول ہو

اشعار رمزِ آشنا ہوں لا الہٰ کے
مصرعے قصیدہ خواں ہوں رسالت پناہ کے
حرفوں میں گلستاں ہوں محمد کی چاہ کے
برسیں فضائے قدس سے گل واہ واہ کے
نقطے فصاحتوں کی گرہ کھولنے لگیں
الفاظ گنگ کاغذوں پہ بولنے لگیں

دل کو وہ سوزِ لذت درد آشنائی دے
دھڑکن سے مجھ کو اسمِ محمدؐ سنائی دے
آئینہ خیال کو ایسی صفائی دے
میں لفظ شہر سوچوں مدینہ دکھائی دے
فکر و شعور کا ورق تازہ کھول دے
یا رب تو مجھ پہ علم کا دروازہ کھول دے

سیرت رموز امر و نواہی لئے ہوئے
صورتِ جمال نورِ الٰہی لئے ہوئے
عادت پیمبری کی گواہی لئے ہوئے
غربت جلال و شوکت شاہی لئے ہوئے
لب بحر روشنی کا سفینہ کہیں جسے
دل ، علم و آگہی کا مدینہ کہیں جسے

نطق عجم خموش ، عرب کا خطاب ختم
وہ حاصل کتاب ہے اس پر کتاب ختم
سارے صحیفے سارے سماوی نصاب ختم
اس پر ہوئے نبوت کے تمام باب ختم
صبح ازل سے اس کی جلالت ابد تلک
قائم ہے اس کا عہدِ رسالت ابد تلک

جو جسم کائنات میں ہے جان وہ رسول
عادات جس کی سورت رحمٰن وہ رسول
ہر بات جس کی آیت قرآن وہ رسول
جو ہے خدا کا آخری فرمان وہ رسول
پیغمبری کی پھر کوئی صورت نہیں رہی
بعد اس کے پھر کسی کی ضرورت نہیں رہی

وہ دلپذیر ورد خدائے غیور کا
وہ دل پسند گیت سحر دم طیور کا
وہ مرکزی خیال کتابِ زبور کا
وہ نغمۂ نجات ہے یومِ نشور کا
دھڑکن نہیں یہ سینے میں انسان کی بھول ہے
یہ معبد وجود میں ذکر رسول ہے

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

بادشاہ اور درویش

ایک تھا نیک آدمی
لاکھوں میں
ایک آدمی
خواب میں اُس نے دیکھا
کہ ایک بادشاہ
بہشت و جنت میں ہے
آرام وراحت میں ہے
اور ایک درویش
اعمال نامہ کے ساتھ
پر پیچ ورنگین
عمامہ کے ساتھ
آتش دوزخ میں ہے
نارجہنم میں ہے
وہ سوچ میں پڑ گیا
کہ لوگ تو سمجھ رہے تھے
کہ بادشاہ دوزخ میں ہوگا
اور درویش جنت میں
لیکن یہاں تو معاملہ برعکس نکلا
غیب سے ندا آئی
یہ بادشاہ
درویشوں سے عقیدت رکھتا تھا
دل سے اُن کی عزت کرتا تھا
اس لئے بہشت میں ہے
اور اس درویش کو
مرغن غذاؤں کا
معطر ہواؤں کا
فرمائشی دعاؤں کا
بڑا ذوق تھا
امراء کے تقربّ کا بڑا شوق تھا
اس لئے جہنم میں ہے

....

۲۰/جون ۲۰۰۲ء

جمعرات (پیروں، فقیروں کی خوشی کا دن)

سید کاشف گیلانی

کیسے عظیم لوگوں کے ہم درمیاں رہے

ظالم جہاں بھی در پئے آزارِ جاں رہے
مظلوم کس طرح وہاں زندہ رہے

ایسا نہیں کہ اُن کے دہن میں زباں نہ تھی
خوفِ جلالِ شاہ سے جو بے زباں رہے

بیکار ہے تعینِ منزل کئے بغیر
گردش میں زندگی کا کوئی کارواں رہے

قلاش ملک کر دیا دولت سمیٹ کر
ایسے بھی میرے ملک کے کچھ پاسباں رہے

کتنے ہی لوگ دنیا میں گم نام مر گئے
کچھ ایسا کر کہ نام ترا جاوداں رہے

جنگل تمام شہروں میں تبدیل ہوگئے
کوئی بتائے تارکِ دنیا کہاں رہے

ہم تو وطن سے دور رہ کر بھی وطن میں تھے
ہم نے جہاں بسا لیا اپنا جہاں رہے

وہ جانتے ہیں راز حقیقت میں زیست کا
آنکھوں میں جن کے اشک لبوں پہ فغاں رہے

اُن کا غرور توڑا ہے کس طرح وقت نے
جو لوگ اپنے دور میں شیرِ زماں رہے

اے دوست ہم سے خاک نشینوں سے جانے کیوں
اربابِ اقتدار سدا سر گراں رہے

سر دے کے تیرے در کی حفاظت کریں گے ہم
سر جاتا ہے تو جائے تیرا آستاں رہے

اہلِ جنوں تو جان کا نذرانہ دے گئے
دیکھو! رکے نہ ، قافلہ اُن کا رواں رہے

آزاد کیسے کہہ دوں میں انساں کو دوستو
پاؤں زمیں پہ سر پہ اگر آسماں رہے

یہ کہہ کے توڑ ڈالی ہے کٹیا غریب کی
کوئی نہ قصرِ شاہ کے آگے مکاں رہے

بچے خود اپنی ماں سے ہوئے دور جب ہوئے
بچوں سے دور کیسے یہ ممکن ہے ماں رہے

ہم جیسوں کا بھی اُن کی نظر میں مقام تھا
کیسے عظیم لوگوں کے ہم درمیاں رہے

یا رب کوئی جگہ ہے تعصب جہاں نہ ہو
اُس کا پتا لگے تو یہ انسان وہاں رہے

اہل وطن کو چھوڑ گئے مشکلات میں
دیدہ ور وہ قوم کے رہبر کہاں رہے

جتنے قلم فروش تھے مشہور ہوگئے
کاشف اَنا تھی جن میں وہ گھر میں نہاں رہے

لیکوڈ گولڈ

ہئیر اینڈ برین ٹانک

ہر قسم کے کیمیکلز اور سٹیرائیڈ سے پاک / دماغ اور بالوں کیلئے نایاب تحفہ

فارمولا، پی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ آر لیبارٹریز حکومت پاکستان سے منظور شدہ ہے۔

یہ ٹانک مروجہ روغنیات سے اعلیٰ ہے۔ بالوں کی سکری، خشکی ختم کر کے سیاہ، مضبوط، لمبا اور ریشم کی مانند ملائم بناتا ہے۔ بالوں کو گرنے اور ٹوٹنے سے روکتا ہے۔ بال نئے سرے سے اگاتا ہے، دماغ، حافظہ، بصارت، سماعت کو اعلیٰ تقویت دیتا ہے۔ سر درد بھاری رہنا، سر چکرانا اور بے خوابی کو دور کر کے خوشگوار نیند لاتا ہے۔ سر کی تمام جلدی بیماریوں کو ختم کر کے اور بہترین اینٹی سپٹک ہے۔

اس میں شامل اجزاء کی خصوصیات

تیل کدو: بالوں کو نشوونما کیلئے اس کا کوئی ثانی نہیں۔ دماغ میں موجود گرمی کی کیفیت کو ختم کرتا ہے۔

لیکوڈ گولڈ: بالوں کو مضبوط، سیاہ، نرم اور لمبا بناتا ہے، بالوں کو گرنے سے روکنے کے علاوہ تمام جلدی بیماریوں کو ختم کرتا ہے۔

بادام روغن: بالوں کو گرنے سے روکتا ہے، انہیں مضبوط اور چمک دار بناتا ہے، دماغ کو تقویت دینے اور حافظہ کیلئے بے مثل ہے۔

تیل گری: بالوں کو لمبا، گھنا، مضبوط اور سیاہ چمک دار رکھنے کیلئے ایشیاء کے علاوہ یورپ میں بھی بے تحاشا استعمال ہوتا ہے۔

روغن خشخاش: دماغ کو قوت دیتے ہوئے دماغی درد کو تسکین دے کر نیند لاتا ہے۔

روغن تل: دماغ کے اعصاب اور بالوں کو نرم، تر و تازہ، طاقتور اور لمبا بناتا ہے۔

کیسٹر ائل: بالوں کو گرنے سے روکتا ہے، بالوں کو لمبا اور نرم کرنے میں اپنی مثال آپ ہے۔

روغن لونگ: بالوں کی جڑوں کو مضبوط کرتا ہے، دماغی امراض کیلئے بہترین مسکن ہے۔

روغن دال چینی: دماغ میں چستی پیدا کرتا ہے اور ہذیانی کیفیت کو ختم کرتا ہے۔

گلیسرنیم: بالوں کو نرم و ملائم رکھنے کے علاوہ سر کی جلد کی سوزش، ایگزیما کیلئے بہترین اینٹی سپٹک ہے۔

پیرا فیئیم: سر پر خشکی کی وجہ سے بنے ہوئے سکرانڈ ختم کر کے بالوں کو گرنے سے روکتا ہے۔

آرنیکا: بالوں کی جڑوں کو تقویت دے کر گرنے سے روکتا ہے، سر میں دھمن، چکر، تھکن کو بھی ختم کرتا ہے۔

جبرانڈی: وقت سے پہلے بالوں کو سفید ہونے سے روکتی ہے، سفید بالوں کو سیاہ کرنے اور گنجے پن کیلئے اپنا ثانی نہیں رکھتی۔

نرخ

1 شیشی کی قیمت:-/150 روپے/ ڈاک خرچ:-/35 روپے

2 شیشی کی قیمت:-/300 روپے/ ڈاک خرچ:-/40 روپے

6 شیشی کی قیمت:-/900 روپے/ ڈاک خرچ: بذمہ کمپنی

اسٹاکسٹ: ہجویری کلینک اینڈ سٹور، نیا حمزہ غوث۔ سیالکوٹ فون: 0432-541971

ارشد ہار سہرا ہاؤس، نزد جامع مسجد دو دروازہ۔ سیالکوٹ فون: 0432-583115

G.J.H.PHARMA SIALKOT I.R.O.PAKISTAN

حسنِ انتقاد

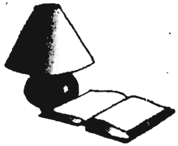

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

فوائد نافع (حصہ اوّل و دوم) اللہ کے آخری رسول حضرت محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کی مخلوق میں سے ایک طبقہ پر محنت کی، تاکہ اس طبقہ کو دین کی امانت سپرد کی جائے۔ آپ نے ہر طریقہ سے ان کا تزکیہ کیا اور انہیں اس قابل بنایا کہ وہ اللہ کی امانت کو سنبھالنے والے بن جائیں۔ ان کو ہر طرح سے امتحان و آزمائش کی بھٹی میں سے گزارا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے ان کے دلوں کو جانچ پرکھ لیا ہے''۔ جب علیم بذات الصدور ذات نے اپنے کلام لافانی میں کلا و عدالله الحسنی اور یوم لا یخزی الله النبی والذین آمنوا معه کے تمغے سے اس جماعت کو نوازا تو بجاطور پر پیغمبر علیہ السلام کی طرف سے، اللہ تعالیٰ کے دین کو اس جماعت کے سپرد کرنا ان الله یامر کم ان تؤدوا الامنٰتِ الی اھلھا کا مصداق ہے۔

دین کی مخالفت اور مقابلہ کرنے والے جب چاروں شانے چت ہوئے اور دشمنان دین کو ایک حیلہ سوجھا کہ اللہ کے آخری نبی، دین اسلام، جس جماعت کے سپرد کر گئے ان کو بدنام کیا جائے، ان پر یہ طعن کیا جائے کہ نبی کے فوت ہو جانے کے بعد جب یہ لوگ اپنے آپ کو درست نہ رکھ سکے تو ان کے سپرد کیا ہوا دین بھلا کیسے درست اور قابل عمل رہ سکتا ہے؟ اس صورت حال میں، دین کے اوّلین راویوں یعنی اصحاب رسول پر کیے گئے طعن و اعتراضات کا جواب دینا اور ان کی شخصیات پر پڑنے والے چھینٹوں کو صاف کرنا یقینی طور دین کا تحفظ کرنا ہے۔ اس موضع پر اور اس محاذ پر قریباً گزشت نصف صدی سے تحریری کام کرنے والے علماء میں مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ کا نام نامی سرفہرست ہے۔ ان کی کتاب ''رحماء بینہم'' ایک مستند اور باحوالہ کتاب ہے جو عوام و خواص میں مقبولیت اختیار کر چکی ہے۔ مولانا مدظلہ ہی کے قلم سے اب ''فوائد نافع'' کے عنوان سے تازہ تصنیف لطیف سامنے آئی ہے۔ کتاب دو جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد میں سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان غنی، سیدنا امیر معاویہ، سیدنا مغیرہ بن شعبہ، سیدنا عمرو بن العاص اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر کیے گئے اعتراضات کے شافی اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ ہر جواب، شیعہ سنی کتابوں کے کئی کئی حوالوں سے مرصع ہے۔ اسی جلد میں حرمت متعہ پر مکمل بحث بھی شامل کی گئی ہے۔ دوسری جلد میں حضرات حسنین کریمین (رضی اللہ عنہم) کے احوال و فضائل مستند حوالہ جات سے مذکور ہیں۔ نیز واقعہ کربلا کے ذکر میں ان روایات سے گریز کیا گیا ہے۔ جو بے سروپا ہیں۔ مؤلف خود ص ۲۲۴ (ج ۲) پر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ''کربلا کے واقعہ میں لوگوں نے مختلف قسم کی روایات بہت کچھ فراہم کر دی ہیں اور ان میں سے بیشتر روایات بے اصل اور بے سروپا اور ناقابل اعتماد ہیں''۔

واقعہ کربلا کے ضمن میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے پیش کردہ تین شرائط شیعہ سنی کی کتب معتبرہ سے درج

ہیں۔ جب کہ واقعہ کربلا کے ذکر کے آخر میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا سبب بننے والے کوفیوں کی غداری کا حضرت مسلم بن عقیلؒ، سیدنا حسینؓ اور حضرت زین العابدینؒ کے فرامین سے پردہ چاک کیا گیا ہے۔ شیعی مؤرخ مسعودی کی کتاب ''مروج الذھب'' میں سے نقل کیا گیا، مقتل حسینؓ میں حاضر ہونے والوں کے متعلق یہ تجزیہ بھی قابل دید ہے کہ ''مقتل حسین میں حاضر ہونے والے تمام لشکری اور محاربت کرنے والے تمام لوگ جو آنجناب کے قتل کے مرتکب ہوئے خصوصاً اہل کوفہ میں سے تھے اور اہل شام میں سے کوئی ان میں حاضر نہیں ہوا''۔

کتاب کے تمام حوالہ جات مستند ہیں۔ کمپیوٹر کی کتابت اور صاف ستھری طباعت اس کے علاوہ ہے۔ اصحاب رسول سے محبت رکھنے والے احباب خصوصاً دفاع صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر کام کرنے والے علماء کیلئے کتاب ''فوائد نافع'' بے بہا علمی خزانہ اور نادر تحفہ ہے۔

حصہ اوّل کی قیمت: 350 روپے اور حصہ دوم کی قیمت: 180 روپے ہے۔ ناشر ادارہ ''تخلیقات'' علی پلازہ 3۔ مزنگ روڈ۔ لاہور ہے۔ کتاب، بخاری اکیڈمی، دارِ بنی ہاشم، ملتان سے بھی منگوائی جاسکتی ہے۔ (تبصرہ: مولانا محمد مغیرہ)

نام جریدہ: ماہنامہ ''آب حیات'' لاہور (''سیرت النبی ﷺ نمبر'')

مدیر: محمود الرشید حدوٹی

ضخامت: ۱۴۴ صفحات / قیمت: ۳۰ روپے

''کسی بھی گھرانے میں ہوتا
میں تیرے زمانے میں ہوتا
جب بت گرتے ترے قدموں میں
میں بھی بت خانے میں ہوتا''

ماہنامہ ''آب حیات'' اپنے دو سال مکمل کر چکا ہے۔ ادارے نے اپنے تیسرے سال کا آغاز ''سیرتِ النبی (ﷺ) نمبر'' سے کیا ہے، جس کے ۱۴۴ صفحات کو مختلف اہم موضوعات سے مزین کیا گیا ہے۔ جن میں ''نبوت کا عطیہ''، ''رحمت عالم کے خصائص ذاتی''، ''رحمت اللعالمین کا لباس و آرائش''، ''نبی کریم ﷺ کے کھانے پینے کا انداز''، ''خطابت نبوی''، ''رسول رحمت اور شادی بیاہ''، ''بچوں کی ولادت اور ارشادات رسالت'' قابل ذکر ہیں۔ مصنفین میں سید ابوالحسنی علی ندویؒ، علامہ شبلی نعمانیؒ، سید سلیمان ندویؒ، ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی جیسے جید علماء شامل ہیں۔

پرچے کی پرنٹنگ، کاغذ اور ٹائٹل جاذب نظر ہیں۔ ادارہ ''آبِ حیات'' اس خوبصورت اور قیمتی اشاعت پر قابل مبارک باد ہے۔ (تبصرہ: ساغر اقبالی)

پروفیسر خالد شبیر احمد

(ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان)

احرار کارکنوں کے نام!

یقیں محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتحِ عالم

جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

احرار کے غیور اور بہادر ساتھیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ!

اپنے موقف کی صداقت پر لازوال یقین پیدا کرو اور جہد مسلسل کے ساتھ راہ راست پر قدم بڑھاتے چلے چلو کہ یہی احرار رضا کاروں کا شیوہ اور جماعتی وقار کا تقاضا ہے۔ کوتاہی یا غفلت جماعتی زندگی میں جمود اور ٹھہراؤ پیدا کر دیتی ہے۔ اس سے لازماً احرار رضا کاروں کو بچنا چاہیے۔ مستعدی اور تندہی کے ساتھ جماعتی نظم وضبط کو برقرار رکھتے ہوئے جماعتی فرائض کو ادا کرنے کیلئے کچھ وقت نکالنا ہی ایثار وقربانی ہے۔ اپنی جماعت کیلئے نئے ولولے اور نئے جذبے کے ساتھ کام کرنے کی اس وقت اشد ضرورت ہے۔ بدلتے ہوئے ملکی حالات کو سمجھنے کی کوشش کرو اور جماعتی زندگی کو فعال بنانے کیلئے ہر طرح کی قربانی اور ایثار کیلئے اپنے آپ کو ہمہ وقت تیار رکھو۔

ملک کے اندر مخلوط انتخاب کے سرکاری اعلان نے قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کو نیا رنگ وروپ دے دیا ہے۔ اسلام کے اس خطرناک دشمن کی انتخابی اور سیاسی سرگرمیاں جو کچھ عرصے کیلئے معطل ہو کے رہ گئی تھیں، دوبارہ شروع ہو گئی ہیں۔ اپنے اپنے علاقے میں قادیانیوں کی سیاسی، انتخابی اور تبلیغی سرگرمیوں پر نگاہ رکھو اور مرکز کو ان سرگرمیوں سے آگاہ کرنے کیلئے مرکز کے ساتھ مسلسل رابطہ قائم رکھنے کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھنے کی کوشش کرو، کہ یہ انتہائی ضروری امر ہے۔ اس میں کوتاہی جماعت کی عظمت کو نقصان پہنچانے کا باعث بن سکتی ہے۔ جماعتی زندگی کو مضبوط و مستحکم بنیاد فراہم کرنے کیلئے درج ذیل ہدایات پر عمل کرنا انتہائی ضروری اور لازمی ہے۔ اس میں کوتاہی ہرگز ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔

۱) ہر مقامی شاخ ہفتہ وار اجتماع کا لازمی اہتمام کرے اور ان اجتماعات کی ماہانہ رپورٹ مرکزی دفتر، لاہور کے پتا پر مرکزی ناظم اعلیٰ کے نام ارسال کریں۔

۲) مالی حالت کو بہتر بنانے کیلئے ''صندوقچی سسٹم'' کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ہر مقامی شاخ کو اس طرف توجہ دے کر اپنی مالی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۳) اپنی دکانوں اور مکانوں پر جماعت کے پرچم لہرا کر آپ اپنی جماعت کی بہتر طور پر تشہیر کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اس طرف بھی توجہ ضروری ہے۔

۴) ہر مقامی شاخ باہمی مشورے کے ساتھ ''ہفتہ دعوت'' کا اہتمام کرے اور اس خاص ہفتے کے دوران اپنے عزیز واقارب، ہم خیال دوستوں اور دینی حلقوں میں قریبی دوستوں کو جماعت میں باقاعدہ شمولیت کی دعوت دے کر جماعتی حلقے کو وسیع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جماعت میں نئے دوستوں کی شمولیت اس وقت بہت ضروری ہے تا کہ جماعت کا حلقہ اثر ورسوخ وسیع سے وسیع تر ہو اور جماعتی زندگی اس تازہ خون سے زیادہ متحرک ہو سکے۔

۵) جولائی میں، ملتان میں (چیچہ وطنی کی ''کل جماعتی ختم نبوت کانفرنس'' کی کامیابی کے بعد) دوسری ''کل جماعتی ختم نبوت کانفرنس'' کا بھی فیصلہ ہو چکا ہے۔ حتمی تاریخ کا اعلان بعد میں کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اگست میں، فیصل آباد اور پھر ستمبر میں لاہور میں ''کل جماعتی ختم نبوت کانفرنس'' کے انعقاد کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ان تمام کانفرنسوں میں شمولیت کی تیاری ابھی سے شروع کر دی جائے۔ اس ضمن میں سرخ قمیضوں، بینرز اور پرچموں کی تیاری انتہائی ضروری ہے۔

۶) اپنی رضا کارانہ تنظیم کو خصوصی طور پر فعال بنانے کیلئے ہر مقامی شاخ کو باہمی مشورے کے ساتھ ایک سالار شہر بنا لینا چاہیے تا کہ اس کی قیادت اور نگرانی میں رضا کارانہ تنظیم کو دیرینہ جماعتی روایات کے مطابق بہتر بنایا جا سکے۔

۷) شہر اور محلے کے رفاہی کاموں میں دلچسپی لے کر جہاں آپ اپنی نجات اور عاقبت کا سامان مہیا کر سکتے ہیں، وہاں اپنی جماعتی زندگی کو بھی ایک نئے ولولے اور جذبے سے ہمکنار کر سکتے ہیں۔ اس طرف توجہ دینا بھی وقت کی اشد ضرورت ہے، جسے پیش نظر رکھنا چاہیے۔

۸) اپنے ہفتہ وار اجتماعات میں احرار لٹریچر، خطبات احرار، تاریخ احرار، امیر شریعتؒ کے فرمودات واقوال پڑھنا یا پھر سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ، محسن احرار سید عطاء المحسن بخاریؒ اور حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری امیر مرکزیہ کی تقریروں کی کیسٹ رضا کاروں کو سنانا بھی ضروری ہے۔ اس کا باقاعدہ اہتمام رضا کاروں میں کام کرنے کی دھن، لگن اور حوصلہ پیدا کرنے کا مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے۔

۹) مقامی شاخوں کو اپنے شہر یا قصبے کے اندر اوّل تو ایک مستقل دفتر کھولنے کی کوشش کرنی چاہیے اور جہاں ایسا ممکن نہ ہو وہاں کسی رضا کار دوست کے گھر کی بیٹھک کو عارضی طور پر بطور دفتر استعمال کیا جا سکتا ہے اور جہاں یہ بھی ممکن نہ ہو وہاں محلے کی کسی مسجد میں ہفتہ وار اجتماع کا اہتمام کر لیا جائے۔ اب اس کام میں غفلت جماعتی مفاد کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔

اسلام کی حرمت پر کٹ مرنے والے مجاہدو! احرار کے جانباز ساتھیو! تمہاری قربانیوں سے احرار کی تاریخ روشن اور تابناک ہے۔ تمہارے ایثار اور خلوص کی قسمیں کھائی جا سکتی ہیں۔ تمہارے روشن ماضی پر مجلس احرار اسلام کو فخر ہے۔ جب کبھی اسلام پر کوئی مشکل وقت آیا، تمہاری غیرت اسلامی نے ایثار وقربانی کی ایک انمٹ داستان ماضی کے اوراق پر تحریر کر دی۔ تمہارے نورانی چہروں پر مسرت وانبساط رقص کرنے لگی۔ آج پھر دینی اقدار، دینی تعلیمات معرض خطر میں ہیں۔ دین کے نام پر قربان ہونے والوں کی صفوں کو پھر سے درست کر لو، اپنے اندر وہی جذبہ، وہی ولولہ پیدا کر لو جو ہماری جماعت کا طرۂ امتیاز ہے۔ خدا تمہارا حامی وناصر ہو!

والسلام

پروفیسر خالد شبیر احمد

مرکزی ناظم اعلیٰ، مجلس احرار اسلام پاکستان

سرکلر ۹ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ، ۲۱ جون ۲۰۰۲ء

سود کے مسئلہ پر حکومتی مؤقف کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں

ایک کالعدم تنظیم کو کھلی چھٹی دی گئی ہے جبکہ مولانا اعظم طارق کو ریاستی جبر کا نشانہ بنایا جارہا ہے

عبداللطیف خالد چیمہ

چنیوٹ (۱۵رجون) امریکی اہداف کی روشنی میں بین الاقوامی سیکولر لابیوں کے ذریعے منکرین ختم نبوت کے تحفظ کیلئے آگ کا کھیل کھیلنے والے کان کے نہیں دل کے دروازے کھول کر سن لیں کہ مسئلہ ختم نبوت امتِ مسلمہ کے عقیدے اور ایمان کا مسئلہ ہے اور اس کے تحفظ کا مشترکہ پلیٹ فارم اتحاد امت کا مظہر ہے۔ان خیالات کا اظہار مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ کے سیکرٹری جنرل مولانا منظور احمد چنیوٹی کی طرف سے بلائی گئی ''کل جماعتی ختم نبوت کانفرنس'' میں شرکت کے بعد اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے کیا۔اس موقع پر ختم نبوت مومنٹ کے مرکزی رہنما قاری شبیر احمد عثمانی اور مسجد احرار چناب نگر کے خطیب مولانا محمد مغیرہ بھی موجود تھے۔انہوں نے کہا کہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے اندر کا مسلمان بھی جاگ اُٹھا تھا اور بھٹو نے جیل کی کال کوٹھڑی میں زندگی کے آخری ایام گزارتے ہوئے اپنی ڈیوٹی پر مامور کرنل (ر) رفیع الدین سے کہا تھا کہ '' قادیانی چاہتے ہیں ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے یعنی ہماری پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔بھٹو مرحوم نے کہا کہ میں نے زندگی میں صرف ایک ہی نیکی کا کام کیا ہے کہ اسمبلی کے فلور پر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر حضور نبی کریم ﷺ کے منصب ختم نبوت کا تحفظ کیا ہے۔اللہ تعالیٰ مجھے اس کے صدقے بخش دیں گے'' خالد چیمہ نے کہا کہ ہم امید رکھتے ہیں کہ شاید جنرل مشرف کے اندر کا مسلمان بھی جاگ اٹھے اور یہ ۶۰ ہزار ہمسائے مسلمانوں کے قاتل کی حیثیت سے اپنی پہچان کو مزید آگے نہ بڑھائے۔اور جنرل مشرف کے پرنسل سیکرٹری طارق عزیز کے علاوہ سکہ بند قادیانی انعام ربانی (تلونڈی، ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ) حکومت میں قادیانی اثر ونفوذ بڑھانے اور جنرل مشرف کو مس گائیڈ کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ سود کے مسئلہ پر حکومتی مؤقف کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔انہوں نے کہا کہ ایک کالعدم تنظیم کو کھلی چھٹی دی گئی ہے جبکہ مولانا اعظم طارق کو ریاستی جبر کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔

مسافرانِ آخرت

گزشتہ ماہ ہمارے درج ذیل کرم فرما اور مہربان انتقال کر گئے۔

☆ محترم حافظ سید نذر شاہ صاحب رحمہ اللہ (ساہیوال)

☆ محترم عبدالرحمٰن جامی (جلال پور پیروالا) کے دادا علامہ عنایت اللہ نقشبندی مرحوم ۸رجون بروز ہفتہ

☆ محترم عبدالکریم قمر (کمالیہ) کے خالہ زاد بھائی احمد یار قاصر مرحوم ☆ تاجر رہنما محترم خواجہ محمد شفیق (ملتان) کے والد مرحوم

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کیلئے دعائے مغفرت وایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔(ادارہ)

اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی ادارے امت مسلمہ کے قاتل ہیں

یہود و نصاریٰ قادیانیوں کو سپانسر کر رہے ہیں

سید عطاء المہیمن بخاری

چیچہ وطنی (۲۰ رجون) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی ادارے امت مسلمہ کے قاتل ہیں اور مسلمانوں کا استحصال کر رہے ہیں۔ عالمی اداروں کے فیصلے نہ تو میرٹ پر ہوتے ہیں اور نہ ہی انسانی بنیادوں پر بلکہ یہ خالص حاکمانہ طرز پر کفر اور اس کے ظالمانہ نظام کو باقی رکھنے کے فرعونی ہتھکنڈے ہیں، اس صورتحال میں تمام مسلم ممالک کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے۔ وہ نواحی چک نمبر ۳۹-۱۲، ایل کی جامع مسجد میں ''تحفظ ختم نبوت'' کے سلسلہ میں منعقدہ ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ قادیانی فتنہ بھی برطانوی استعمار کا پیدا کردہ ہے جو انکارِ جہاد اور انکارِ ختم نبوت کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا۔ آج بھی یہود و نصاریٰ قادیانیوں کو سپانسر کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کیلئے قادیانی مہرے کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے تمام دینی کارکنوں اور مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ مسلم ووٹر لسٹوں سے قادیانی ووٹوں کے اخراج کیلئے اور غیر مسلمانوں کے طور پر قادیانیوں کے اندراج کیلئے قانون کے مطابق کارروائی کرائیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر الیکشن ہوئے تو قادیانی نواز امیدواروں کو کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کیلئے قوم کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی۔ مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ ووٹر فارم میں مذہب کا خانہ اور عقیدۂ ختم نبوت والا حلف نامہ بحال ہونے سے ایک بین الاقوامی خطرناک سازش ناکام ہوئی ہے۔ مسلمانوں کی یہ فتح ختم نبوت کا اعجاز ہے۔ دنیا کے کسی قانون کی رو سے قادیانیوں کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر و ارتداد اور زندقہ کو اسلام کے نام پر متعارف کرائیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا عبدالحکیم نعمانی نے کہا کہ حکمران اپنی صفوں سے قادیانیوں کو نکال دیں ورنہ قادیانیوں کی نحوست ہی ان کے زوال کیلئے کافی ہوگی۔ بعد ازاں قدیم دینی درسگاہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں نماز جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ مدارس آرڈی نینس مداخلت فی الدین ہے، سرکاری مولویوں اور سرکاری امداد و نصاب سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ کہنا کہ سود کے مسئلہ پر سپریم کورٹ کا فیصلہ قابل عمل نہیں۔ تو پھر موجودہ فوجی حکمران نے حکومت کرنے کا جواز کہاں سے لیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حرمتِ سود کا فیصلہ نصوص قطعیہ میں سے ہے۔ انہوں نے استفسار کیا کہ اللہ کو یہ علم نہ تھا کہ مخلوق پر یہ قانون نافذ نہیں ہو سکتا لیکن اس حکومت اور اس کے سرکاری اداروں کو یہ علم ہوا کہ یہ ممکن نہیں! انہوں نے کہا کہ یہ کفریہ کلمات ہیں اور ان پر اصرار اللہ پر تہمت اور قہر خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ سب کچھ ملک کو اس کے اسلامی تشخص سے ہٹانے کیلئے طویل دورانیے والے امریکی ایجنڈے کا حصہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکمران کشمیر اور شہداء کشمیر کا سودا کر چکے ہیں اور ملک کو بچانے کے نام پر ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں لیکن حمیت اور غیرت کا سودا کرنے والے کبھی کامیاب

نہیں ہوں گے۔

مرکزی جامع مسجد عیدگاہ ساہیوال کے خطیب مولانا عبدالستار کی دعوت پر حضرت پیر جی عیدگاہ تشریف لے گئے، جہاں قاری منظور احمد طاہر اور دیگر حضرات نے مختلف امور پر گفتگو فرمائی۔ عبداللطیف خالد چیمہ بھی ہمراہ تھے جبکہ بعد نماز عشاء بخاری مسجد اوکاڑہ میں درس قرآن کریم کی نشست سے خطاب فرمایا۔ ۲۲ رجون کو دفتر احرار چیچہ وطنی قیام فرمایا اور علاقائی جماعت کے تنظیمی امور کا جائزہ لیا۔ بعد ازاں عصر بورے والا روانہ ہو گئے۔

چیچہ وطنی (۲۹ رجون) تحصیل چیچہ وطنی میں قادیانیوں کے خلاف اعتراضات داخل کر دیئے گئے، ووٹر لسٹوں میں مذہب کا خانہ اور عقیدہ ختم نبوت والے حلف نامے کی بحالی کے نوٹیفکیشن کی روشنی میں اعتراضات داخل کرنے کی مہلت کم ہونے اور طریق کار انتہائی پیچیدہ ہونے کے باوجود مجاہدین ختم نبوت اور احرار رضا کاروں نے دن رات محنت کر کے تحصیل چیچہ وطنی کے شہری و دیہاتی حلقوں کے ایسے قادیانیوں کا پتا چلایا جن کے نام بطور ووٹر مسلم فہرستوں میں درج کئے گئے تھے۔ اس سارے کام کی نگرانی مجلس احرار اسلام کے رہنما عبداللطیف خالد چیمہ نے کی۔ چیچہ وطنی میں مجلس احرار اسلام کے ناظم نشریات محمد معاویہ رضوان کی جانب سے ریوائزنگ اتھارٹی چودھری وقار منصور اور شاہد نواز کھچی جوڈیشنل مجسٹریٹ (سول جج) کی عدالتوں ۳۲۹ قادیانی ووٹروں پر اعتراضات حسب ضابطہ دائر کر دیئے گئے ہیں۔ جس کیلئے آئندہ چند روز میں اعتراض کنندہ اور قادیانیوں کو سول عدالتوں میں طلب کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں ساہیوال میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے جنرل سیکرٹری قاری عبدالجبار اور علماء کونسل کے چیئرمین قاری منظور احمد طاہر نے مجموعی طور پر ۸۱ قادیانی ووٹروں پر اعتراضات داخل کئے ہیں۔ وقت کم ہونے اور سسٹم پیچیدہ ہونے کی بنا پر متعدد قادیانیوں پر اعتراضات داخل نہیں ہو سکے۔ احرار رہنما عبداللطیف خالد چیمہ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا عبدالحکیم نعمانی نے چودھری عبدالرزاق ایڈووکیٹ، محمد معاویہ رضوان، حافظ حبیب اللہ رشیدی، حافظ جاوید اقبال، محمد رمضان جلوی، قاری عبدالجبار، قاری منظور احمد طاہر کے علاوہ یاسر نسیم، ذیشان سرور بھٹی اور محمد آصف سمیت تمام حضرات کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا، جنہوں نے بھرپور محنت کر کے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ انہوں نے الیکشن کمیشن آفیسر ساہیوال کے تعاون کا بھی شکریہ ادا کیا۔

چیچہ وطنی (۲۹ رجون) کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں شامل تمام مکاتب فکر نے چیچہ وطنی کے حیات آباد کی گلی نمبر ۸ میں ''الحمد سیڈ کارپوریشن'' کی آڑ میں قادیانیت کی تبلیغ کیلئے قائم کئے گئے اڈے میں جاری ارتدادی سرگرمیوں پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ سرکاری انتظامیہ مسلسل چشم پوشی کا مظاہرہ کر کے علاقے کے عوام میں اشتعال کا موجب بن رہی ہے۔ مجلس عمل کے ایک ترجمان نے کہا ہے کہ سرکاری انتظامیہ قانون کے مطابق کارروائی کرنے کی پابند ہے۔ اگر امتناع قادیانیت آرڈی نینس کی روشنی میں فوری کارروائی نہ کی گئی تو مجلس عمل حیات آباد میں احتجاجی آرڈی نینس کی روشنی میں فوری کارروائی نہ کی گئی تو مجلس عمل حیات آباد میں احتجاجی سلسلے کا آغاز کرے گی اور پیش آمدہ تمام تر حالات کی ذمہ داری قادیانیوں اور سرکاری انتظامیہ پر عائد ہوگی۔

سلطان الاولیاء، رأس الاتقیا، امام العلماء، محدّث دوران

شیخ الاسلام، حافظ الحدیث حضرت مولانا **محمد عبداللہ درخواستی** قدس سرہٗ العزیز

کی یادوں کو تازہ رکھنے کے لئے

ماہنامہ ''انوار القرآن'' کراچی

زیرِ سرپرستی

جانشین حافظ الحدیث حضرت مولانا **فداء الرحمٰن درخواستی** دامت برکاتہم

زیرِ ادارت

مولانا عبد الرشید انصاری

انشاء اللہ تعالیٰ اگست ۲۰۰۲ء میں نہایت آب وتاب کے ساتھ

حافظ الحدیث نمبر

شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے

ملک کے نامور علماء کرام، دینی رہنماؤں، شعراء و ادباء اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مختلف شعبہ حیات سے تعلق رکھنے والے حضرت حافظ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے ارادتمندوں سے التماس ہے کہ حضرت کے خلوص وللّٰہیت، علم وتقویٰ، باطل کی سرکوبی، عشق رسالت، اعلائے کلمۃ الحق، دینی تحریکوں میں انتھک جدوجہد، قائدانہ رہنمائی، اہل اللہ کا اکرام واحترام، خدمت خلق، بے نفسی وخداترسی کے جو واقعات آپ کے سامنے ہوئے یا آپ کے علم میں ہیں، انہیں لکھیں اور اپنے مضامین ۸/جون تک پہنچادیں تاکہ اس تاریخی دستاویز میں انہیں شامل اشاعت کیا جاسکے۔

ترسیل مضامین اور رابطے کے لئے پتہ وفون نمبر

ناظم شعبہ نشر واشاعت ماہنامہ ''انوار القرآن''

جامعہ انوار القرآن، سیکٹر 11-C-1، نارتھ کراچی۔ کوڈ-75850 فون: 6941410 - 6999095

نوٹ: مضامین نگار حضرات مضامین اوراق کی ایک جانب صاف اور بین السطور جگہ چھوڑ کر لکھیں۔

فوٹو اسٹیٹ ارسال نہ کریں، اصل بھیجیں۔

نئی صدی، نئی سوچ، نیا انداز
روح افزا
PET BOTTLE
معیار ہر قیمت پر
آپ کا پسندیدہ مشروب
رُوح افزا
خوب صورت اور مضبوط 'ٹوٹ پھوٹ
'PET' بوتل
میں دستیاب ہے
SHARBAT ROOH AFZA
اور ہاں! ہر 'PET' بوتل میں
50 ملی لیٹر
زیادہ رُوح افزا بھی
راحتِ جاں
رُوح افزا
مشروبِ مشرق
ہمدرد
ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk
مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ

Monthly NAQEEB-E-KHATAM-E-NUBUWWAT Multan
Regd. M.No,32 Ph:061-511961

توحید و ختم نبوت کے علمبردارو، ایک ہو جاؤ! (مجدد احرار سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

یوم تحفظ ختم نبوت کے مبارک موقع پر

سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس لاہور

زیر صدارت

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

7 ستمبر 2002ء بروز ہفتہ، بعد نماز مغرب

دفتر مجلس احرار اسلام، حسین سٹریٹ، نیو مسلم ٹاؤن، وحدت روڈ۔ لاہور

جس میں قومی، دینی اور سیاسی رہنماء خطاب فرمائیں گے

تمام احرار کارکن کانفرنس کی کامیابی کے لئے تیاریاں شروع کر دیں

تفصیلی اشتہار عنقریب شائع ہو رہا ہے

منجانب تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

رابطہ فون: 042-5865465

Designed by: Al-Kitab Graphics Pul Shiwala Multan. Ph:061-584604